منافق کی نشانیاں

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ)) زَادَ مُسْلِمٌ ((وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ)) ثُمَّ اتَّفَقَا ((اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ)) [متفق علیہ]

’’سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، مسلم نے زیادہ کیا: اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اس کا دعویٰ رکھے کہ وہ مسلمان ہے۔ پھر بخاری و مسلم دونوں متفق ہوئے۔ جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے خلاف کرے اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو اس میں خیانت کرے۔‘‘

دین کے بنیادی اصول ④

اصول نمبر 3...... وَتَرْكُ الْخُصُوْمَاتِ وَالْجُلُوْسِ مَعَ اَصْحَابِ الْاَهْوَآءِ۔

''خواہش پرستوں کے ساتھ بیٹھنا اوران سے جھگڑنا چھوڑنا چاہیے۔''

شرح: نبی ﷺ دین کے کاموں میں اختلاف سے، قرآن میں جھگڑنے سے اور جدال سے منع کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں: میں اور میرا بھائی ایک ایسی مجلس میں بیٹھے کہ ہمیں اس کے بدلے میں سرخ اونٹوں کا حصول بھی زیادہ پسند نہ تھا، واقعہ یوں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گھر آئے تو آپ ﷺ کے بزرگ صحابہ آپ کے ایک دروازے کے پاس بیٹھے تھے، ہم نے ان کے درمیان بیٹھنا برا سمجھا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے، کہ اچانک صحابہ کرام قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں بحث کرنے لگے اسی دوران ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، یہ شور سن کر رسول اللہ ﷺ غصے کی حالت میں باہر تشریف لائے آپ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، آپ ان پر مٹی پھینکنے لگے اور فرما رہے تھے:

''لوگو ٹھہر جاؤ! تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں، وہ اپنے نبیوں سے اختلاف کیا کرتے، اپنی کتابوں کے احکام میں تعارض نکالتے تھے، یقیناً قرآن اس لیے نہیں اتارا گیا کہ ایک حصہ دوسرے کو جھٹلائے، بلکہ اس کے احکام ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، جسے تم پہچان لو اس کے مطابق عمل کرو اور جس بات کا تمہیں علم نہ ہو سکے اسے کسی عالم کی طرف لوٹا دو۔'' [مسند احمد،۲/۱۸۱]

دوسری روایت میں یوں ہے: لوگ تقدیر کے متعلق ایک دوسرے سے بحث کر رہے تھے، بالکل اسی وقت رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ کا چہرہ گویا انار کی طرح غصے سے دمک رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں کیا ہو گیا ہے! تم کتاب اللہ کے احکام میں تعارض نکالتے ہو، تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے تباہ ہو گئے۔''

[مسند احمد،۲/ ۱۷۹،سنن ابن ماجه،ح:۸۵۔ خلق افعال العباد، ح : (۲۱۸)]

امام احمد رحمہ اللہ نے اصلاح عقائد کے لیے دین کے اہم اور بنیادی (۵۰) اصول بیان فرمائے، ان اصول کی شرح شیخ ابن جبرین حفظہ اللہ نے فرمائی، جسے ان کے شاگرد نے حوالہ جات کی تکمیل اور حسب موقع شیخ حفظہ اللہ کے دوسری کتب میں لکھے ہوئے فوائد بھی جمع کر دیے اور اپنی طرف سے بھی بعض فوائد کا اضافہ کر کے شیخ حفظہ اللہ سے ان کی تصدیق بھی کروائی۔ ان تمام فوائد کو ترجمہ کرتے ہوئے یک جا کر دیا گیا ہے تاکہ اردو قارئین کے لیے بار بار حواشی کی طرف مراجعت کی زحمت نہ ہو۔ (ابوبکر ظفر)

فہرست

عوام کی خاطر مثبت فیصلے

اداریہ ═══════ حافظ احمد شاکر

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ہر مسلمان کو مرنے کا یقین، سزا و جزا پر ایمان اور اللہ کے حضور حاضری کا احساس رہتا ہے اسلامی تعلیمات میں چونکہ دنیا کو ایک مسافر خانہ یا پلیٹ فارم، جس پہ کھڑا مسافر سواری کا انتظار کرتا ہے، کا نام دیا گیا ہے اس لیے کوتاہ عمل مسلمان کو بھی موت کا انتظار رہتا ہے اگر کسی مسلمان کو زندگی میں اللہ کے کلمہ کے بلندی کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے تو وہ بصد رغبت وشوق یہ سعادت پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ایک بے عمل بلکہ بدعمل...... شرک کے علاوہ...... مسلمان کو حرمت رسول ﷺ پر جان نچھاور کرنی پڑ جائے تو وہ ذریعہ نجات سمجھتے ہوئے اس راستہ میں موت کے پھندے کو چوم کر گلے لگالیتا ہے۔ عزت نفس اور حرمت وطن پر جان قربان کرنے کو بھی مسلمان حصول جنت کا سبب جانتے ہوئے اس کے لیے تختہ دار پہ جھول جاتا ہے۔ اور یہی تفصیل اور شرح ہے عساکر پاکستان کے شعار...... MOTO...... ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ کی۔ اس لیے افواج پاکستان دین ووطن کی طرف اٹھنے والی انگلی کاٹ ڈالنے سے نہ گریز کرتے ہیں اور نہ ہی وطن کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے والے کی آنکھ نکالنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ یہ کام تو وہ دینی واسلامی ذمہ داری اور فرض منصبی کی ادائیگی سمجھتے ہیں۔ تاہم مسلمان کسی بھی جگہ اور کسی کے بھی ساتھ شر پسندی میں پہل نہیں کرتا اگر شر پسندی سے کوئی باز نہ آئے تو پھر وہ نمٹنا بھی جانتا ہے۔

....

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے اسلام کو آخری دین فرمایا ہے اس لیے کہ یہ انصاف، اعتدال، توازن اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو آداب حکم رانی کی تعلیم بھی دی ہے اور غیر مسلم حکومتوں میں قیام کے اصول وضوابط بھی بتائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی کسی مسلمان مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کو کبھی کوئی شکایت ہوئی اور نہ ذرائع ابلاغ کو نشر کرنے کا موقع ملا اور نہ ہی کبھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی اسی طرح جن غیر مسلم ممالک میں مسلمان قیام پذیر ہوئے انہوں نے حتی الامکان ان ممالک کے قوانین کی پاسداری کی، اس ملک کے قوانین کا احترام کیا اور قانون شکنی سے عموماً محترز رہے۔ ہاں اگر کسی مسلمان مملکت یا حکومت میں کسی دوسرے ملک کی غیر مسلم حکومت شرارت کرتے ہوئے قبضہ کی خاطر دخل اندازی کی تو اس کو مسلمانوں نے چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ افغانستان میں روسی حکومت کی پسپائی اور شکست وریخت ماضی قریب کی تازہ ترین مثال ہے۔

برصغیر کی مغل حکومت کو جب اس کی غفلت بدعملیوں اور بے تدبیریوں کے باعث صلیب نے اپنا باج گزار بنالیا تو پھر مسلمانوں ہی کی بے مثال قربانی وایثار اس کو دیس نکالا دینے کا سبب بنا۔ صلیبی سامراج زچ ہو کر برصغیر سے چلا تو گیا لیکن اپنی عیاری ومکاری سے غیر منصفانہ تقسیم کے ساتھ ہندوستانیوں کی انگریز دشمنی کو برصغیر کے رہنے والوں میں باہمی منافرت بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ صلیبی استبداد میں اگر بغض مسلم نہ ہوتا اور طے شدہ اصول کے مطابق، کشمیر، جونا گڑھ اور مسلم اکثریت کے حامل مشرقی پنجاب کے اضلاع مسلمانوں کے حوالے کر دیئے جاتے تو شاید برصغیر میں ساٹھ سال سے جاری یہ کشیدگی نہ پیدا ہوتی اور نہ ہی بڑھتی۔ اپنی اپنی رائے ہے ہمارے خیال میں پاک بھارت تعلقات میں صلیب نے چور کا حوصلہ بڑھانا اور کوتوال کو باخبر رکھنے کی پالیسی اپنائی ہے۔ وہ اپنا اسلحہ بیچنے میں ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوامی سطح پر بھارت میں وہ مسلم دشمنی کو بیدار رکھتا اور بھارتی حکومت کو مسلمانوں پر ظلم وجور کی انگیخت دیتا رہتا ہے۔ دونوں ملکوں کا نادیدہ، غیر سیاسی، دانا اور بے غرض طبقہ اب تک یہی کوشش کرتا رہا اور اس میں اب تک کامیاب ہے کہ تیسری جنگ عظیم کا میدان برصغیر نہ بنے۔ جب کہ صرف صلیب ہی نہیں صیہونی لابی بھی سرزمین برصغیر کو میدان جنگ بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اس لیے کہ سونے کی چڑیا...... ہندوستان...... ہاتھ سے چھن جانے کے درد سے طاغوت ابھی تک بلبلا رہا ہے۔

گزشتہ چند دہائیوں سے امریکی حکمت عملی دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ لڑاؤ اور حکومت کرو کے محاورہ میں امریکہ نے اب یہ ترمیم کر لی ہے کہ لڑاؤ اور اسلحہ بیچو۔ کیوں کہ امریکی معیشت کی بنیاد ہی اسلحہ سازی اور اسلحہ فروشی پر ہے۔ تازہ ترین لطیفہ ہے کہ جن کیمیائی ہتھیاروں سے اس نے جاپان میں تباہی مچائی، عراق میں خوں ریزی کی افغانستان میں رقص بسمل دیکھے۔ کویت میں ڈیزی کٹر بم برسائے اب امریکہ کہتا ہے کہ اس کو سب سے زیادہ خطرہ انہی کیمیائی ہتھیاروں سے ہے۔ ایٹم بم اور ایٹمی ہتھیار اگر امریکہ بنائے، چلائے، اودہم مچائے اور تباہی پھیلائے تو جائز! اور اگر کوئی مسلمان ملک ایران، پاکستان یا کوئی دیگر ملک بنائے تو ناجائز! آخر کیوں؟ ہاں تو بات چلی تھی کہ یورپ اپنی عیارانہ پالیسیوں سے عراق وافغانستان کی طرح برصغیر کو میدان جنگ خصوصاً پاکستان کو بنانا چاہتا ہے اور ہمارے خیال میں آلہ کار کے طور پر وہ ہندوستان کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔ کہ برصغیر کے لوگ آپس میں لڑیں، مریں ان کا اسلحہ بکنا چاہیے اور وہ خوب بکے گا۔ بھارت کی بھرپور ایٹمی صلاحیت کے باوجود یورپی ممالک بر بنائے کفر اس سے ہمیشہ متعاون رہتے ہیں لیکن پاکستان کا ایٹمی طاقت ہونا یورپ خصوصاً صلیب کو ہضم نہیں ہو رہا۔ بھارت کو بھی یورپ انگیخت دے کر پاکستان کی اس صلاحیت کے خلاف اکساتا اور بڑھکاتا رہتا ہے۔ بھارتی حکومت، اس کے حکمرانوں، اس کی سیاسی جماعتوں اور سیاسی ورکروں کو اسٹھ سال گذرنے کے بعد پاکستان کے وجود کو نہ صرف برداشت کرنا چاہیے بلکہ کھلے دل سے قبول کرتے ہوئے ہمسائیگی کا حق اچھی طرح ادا کرنا چاہیے کیوں کہ قومیں لمحوں کی خطا کر کے صدیوں اس کی سزا پاتی ہیں۔

بھارت کو چاہیے کہ وہ عالم کفر کی بغض مسلم کی سازشوں میں شریک وسہیم کی ہونے کے بجائے ہمسائیت کے جذبے کے ساتھ عالمی طاقتوں کی پاکستان کے عدم استحکام کے منصوبوں میں شریک نہ ہو، دونوں حکومتوں کو باہمی تنازعات کو دوستانہ ماحول میں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صلح ایثار وقربانی کا تقاضا کیا کرتی ہے جس کے لیے دونوں حکومتوں کو اختلافات کم از کم سطح پر سمیٹ کر ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وگرنہ نظر یہ آرہا ہے کہ امریکہ بلکہ صلیب پاک بھارت کو جنگ کی آگ میں دھکیل کر برصغیر میں...... خاکم بدہن...... تباہی مچا کر سنجی گلیوں میں مرزا یار پھرنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس خطے کے عوام نے سوسالہ تسلط کے بعد بھی طوق غلامی اتار پھینکا تھا۔ لہٰذا اب ان کو آپس میں لڑا کر کمزور کر دو کہ اس خطے میں پھر دوبارہ ایسٹ انڈیا کمپنی آسکے۔ یہ تو اب بتانے کی ضرورت نہیں کہ دونوں ملک ایٹمی صلاحیت رکھتے ہیں ہاں جذبے کی کمی بیشی کی بھارت کو تاریخ سے راہ نمائی لے کر پاکستان اور بھارتی عوام کی جانوں کی خاطر مضبوط قدم اٹھا کر دونوں حکومتوں کو مثبت فیصلے کرنے چاہئیں۔

سسٹم کا ''غم'':

اخبارات میں آج کل لفظ سسٹم کا بول بالا ہے۔ جناب صدر بھی سسٹم کے محفوظ ہونے اور رکھنے کی بار بار نوید سنا چکے ہیں۔ وزیراعظم بھی غالباً اس کو نظر بد سے بچانے کے لیے دم درود کی پھونکیں مارتے رہتے ہیں۔ حکومت کی دوستانہ اپوزیشن خصوصاً میاں شہباز شریف اس کو آفات وبلیات سے محفوظ رکھنے کے عزم کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور باقی رہ گئے بڑے میاں صاحب تو وہ ۱۶ دسمبر کے این۔ آر۔ او کے فیصلے کے بعد زیادہ عرصہ بیرونی دوروں پر ہی رہے۔ چھوٹے میاں صاحب ان کی جگہ بیانات کا فرض کفایہ ادا کرتے رہے۔ اس درمیان میں ان کا اگر کوئی بیان آیا بھی تو انہیں سسٹم ہی کی فکر میں رنجیدہ پایا۔ اخبارات میں اب وہ عدالتی احترام، عہدیداروں کے استثناء، مجرمین کو سزا ملنے اور انصاف وغیرہ کا ذکر کرتے کچھ جھلملانے لگے ہیں لیکن سسٹم کے غم میں وہ اب بھی گھل رہے ہیں۔ وطن عزیز کے خیرخواہ، بے غرض اور غیر سیاسی حلقے توبہ استغفار کر کے وطن عزیز کو بچانے کے لیے قوم کو بار بار انابت الی اللہ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں لیکن میاں صاحب...... جن سے کچھ لوگ اب بھی اچھی امید رکھتے ہیں...... کی طرف سے اب تک دین، ملت، وطن کو بچانے کی کسی فکرمندی کا اظہار اخبار میں نہیں آیا اگر انہوں نے غم کھایا تو صرف سسٹم کا۔ ہمیں تو سمجھ یہ آتی ہے کہ سسٹم بچانے کا معنی سسٹم چلانے والوں کو بچانا ہے اور اسی طبقے کو اشرافیہ کہا جاتا ہے۔ اگر ہم صحیح سمجھے ہیں تو پھر گویا اشرافیہ اشرافیہ کو بچانے میں کوشاں ہیں۔ باقی رہے عوام! وہ تو کالانعام ہیں ہی۔ وہ اللہ کے سپرد۔

اصل بات یہ ہے ع کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

درسِ قرآن

سورة البقرة ❷

...... اردو ترجمہ ......

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۲۳۰ھ)

...... حواشی ......

①......احادیث التفاسیر (حضرت مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۰ھ)

②......احسن الفوائد (مولانا ڈپٹی سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۸ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ
مُصْلِحُوْنَ (١١) اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (١٢) وَ
اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ
السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (١٣) وَ اِذَا لَقُوا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا
مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (١٤) اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (١٥) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (١٦) مَثَلُهُمْ
كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ
بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ (١٧) صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ
فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (١٨) اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ
بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ
وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (١٩) يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ
اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙۗ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (٢٠) ﴾

''اور ان کو جب کہتے فساد نہ ڈالو ملک میں، کہیں ہمارا کام تو سنوار ہے۔ سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر سمجھتے نہیں۔ اور جب کہیے ان کو ایمان میں آؤ جس طرح سب لوگ ایمان میں آئے کہیں کیا ہم اس طرح سے مسلمان ہوں جیسے بیوقوف مسلمان ہوئے، سنتا ہے! وہی ہیں بیوقوف پر جانتے نہیں۔ اور جب مسلمانوں سے ملاقات کریں کہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جائیں اپنے شیطانوں پاس کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ اُن سے ہنسی کرتا ہے (۱) اور اُن کو بڑھاتا ہے اُن کی شرارت میں بہکے ہوئے۔ ❶ وہی ہیں جنہوں نے راہ کے بدلے گمراہی خرید کی سو نفع نہ لائی ان کی سوداگری اور نہ راہ پائی۔ ان کی مثال جیسے ایک شخص نے آگ سلگائی پھر جب اُس کے گرد کو روشن کیا لے گیا اللہ ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں نظر نہیں آتا۔ بہرے ہیں گونگے، اندھے ہیں سو وہ نہیں پھریں گے۔ ❷ یا جیسے آسمان سے مینہ پڑتا اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے اُنگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں کڑک کے مارے موت کے ڈر سے اور اللہ منکروں کو گھیر رہا ہے۔ قریب ہے کہ اُچک لے بجلی اُن کی آنکھیں جس بار ان پر چمکتی ہے اس میں چلتے ہیں اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر اللہ چاہے اُن کے کان اور آنکھیں لے جائے ❸ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''❹ (۲)

احادیث التفاسیر

(ف ا): ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مسلمانوں کے ساتھ منافق جو تمسخر اور ہنسی کرتے ہیں اس کے بدلے میں اُن کے ساتھ (بھی) قیامت میں یہ ہنسی کی جائے گی کہ

"جنت کا دروازہ اُن کے واسطے کھولا جائے گا اور اُن کو اس طرف روانہ کیا جائے گا جب دروازہ کے قریب پہنچیں گے (تو) جنت کا دروازہ بند ہوجائے گا اور منافقوں کو وہاں سے دھکے دے کر دوزخ کی طرف ہانک دیں گے تاکہ حسرت اور ذلت خوب ہو۔" **اللھم احفظنا آمین** ۔ [جامع]

احسن الفوائد

❶: یہ صورت قیامت کے دن واقع ہوگی۔ چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تفسیر جامع البیان میں یوں بیان کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ٹھٹھا کرنے والوں کے لیے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا جب وہ اُدھر جانے لگیں گے تو دوزخ میں دھکیل دیے جائیں گے۔[جامع]

❷: یعنی اللہ نے نبی ﷺ کے ذریعے دین اسلام روشن کیا اور انسانیت نے اُس میں راہ پائی لیکن منافق اس وقت اندھے ہوگئے۔ آنکھ کی روشنی نہ ہو تو مشعل کیا کام آئے۔ کاش کہ نرا اندھا ہو تو کسی کو پکارے یا کسی کی بات سنے، وہ بہرا بھی اور گونگا بھی ہے وہ کیوں کر راہ پر آئے۔ منافقوں کو نہ عقل کی آنکھ ہے کہ آپ ﷺ کو پہچانیں نہ مرشد (راہ نما) کی طرف رجوع (کرتا) ہے کہ وہ ہاتھ پکڑے اسی طرح نہ حق کی بات پر کان رکھتے ہیں، ایسے شخص سے توقع نہیں کہ پھر (واپس) آئے۔

❸: یعنی دین اسلام میں اوّل کچھ محنت ہے اور آخر سب نعمت ہے جیسے مینہ، اوّل کڑک اور بجلی ہے اور آخر اُس سے آبادی ہے۔ جو لوگ منافق ہیں وہ اول کی سختی سے ڈر جاتے ہیں اور اُن کے سامنے آفت آتی ہے۔ جیسے بجلی میں کبھی اجالا ہے اور کبھی اندھیرا ہے، اسی طرح منافق کے دل میں کبھی اقرار ہے کبھی انکار۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اوّل سورت سے یہاں تک تین قسم کے لوگوں کا احوال بیان فرمایا۔ اوّل مومن دوسرے کافر جن کے دل پر مہر ہے یعنی قسمت میں ایمان نہیں۔ تیسرے منافق جو دیکھنے میں مسلمان ہیں اور اُن کا دل ایک طرف نہیں۔ [موضح القرآن]

یہ کافروں اور منافقوں کے حال کی تمثیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بجلی کی چمک سے ایک طرح کی روشنی پیدا ہو کر اندھیرے میں رستہ نظر آجاتا ہے اور بادل کی کڑک سے دل دہل جاتا ہے۔ اسی طرح کافر اور منافق جب جنت، فتح اور غنیمت کا حال سنتے ہیں تو اس دین کی طرف ڈھل جاتے ہیں اور عذاب و دوزخ اور سختیٔ جہاد کا حال سن کر پھر بدک جاتے ہیں۔

❹: اِس میں اُن لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اپنے اعضا کو اللہ کے خلافِ مرضی کاموں میں مصروف رکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اندھا، بہرہ، گونگا کردے۔ [جامع]

احادیث التفاسیر

(ف۲): ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں میں دو شخص منافق تھے، وہ ایک مرتبہ پیغمبر ﷺ سے پھر کر مشرکوں کی طرف بھاگے راستہ میں بارش نے گھیر لیا جس میں بہت سخت بجلی اور کڑک وغیرہ تھی۔

چناں چہ جب جب کڑک زیادہ ہوتی وہ دونوں اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے تھے اسی طرح جس وقت بجلی کی روشنی ہوتی تو راستہ پر چلنے لگتے اور جب اندھیرا ہوجاتا تو کھڑے ہوجاتے۔ لہٰذا واپس لوٹ کر اپنے گھروں کو آئے اور کہتے تھے کسی طرح جلد صبح ہو تو ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر توبہ کریں اور بیعت کریں۔ چناں چہ صبح کو حاضر ہو کر سچی توبہ کی اور سچے مسلمان ہوگئے۔

اللہ پاک نے ان دونوں کی حالت کی مثال اور کہاوت مدینہ منورہ کے منافقوں کے لیے بیان فرمائی جن کا حال یہ تھا کہ جب آپ کی مجلس شریف میں آتے اور آپ کچھ فرماتے تو خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے کہ شاید ہماری مذمت میں کوئی آیت نازل ہوئی یا ہمارے قتل وغیرہ کا حکم اترا ہے اور جب ان منافقوں کے مال واولاد میں ترقی ہوتی یا کوئی فتح ہو کر غنیمت کے مال کا حصہ ملتا تو کہتے کہ یہ دین اب ثابت ہوگیا اور دین پر مستقل اور مضبوط ہونے کا ارادہ کرتے۔ اور جب مال واولاد میں کچھ نقصان پہنچ جاتا یا مسلمانوں کو کہیں شکست ہوتی اور رنج وغم پہنچتا تو کہتے کہ اس دین کی نحوست سے یہ ہوا اور مرتد ہوجاتے۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید

باب: كفارة المريض

باب: بیماری گناہوں کا کفارہ ہے

٤٩٨۔ عَنْ غَضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ رَجُلًا أَتٰى أَبَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَهُوَ وَجِعٌ فَقَالَ: كَيْفَ أَمْسٰى أَجْرُ الْأَمِيْرِ؟ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ فِيْمَا تُؤْجَرُوْنَ بِهِ؟ فَقَالَ: بِمَا يُصِيْبُنَا فِيْمَا نَكْرَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا تُؤْجَرُوْنَ بِمَا أَنْفَقْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاسْتُنْفِقَ لَكُمْ، ثُمَّ عَدَّ أَدَاةَ الرَّحْلِ كُلِّهَا حَتّٰى بَلَغَ عَذَارَ الْبِرْذُوْنِ، وَلٰكِنَّ هٰذَا الْوَصَبَ الَّذِيْ يُصِيْبُكُمْ فِيْ أَجْسَادِكُمْ يُكَفِّرُ اللّٰهُ مِنْ خَطَايَاكُمْ۔ [ضعيف الإسناد، فيه إسحاق بن العلاء وهو ابن إبراهيم بن العلاء، ضعيف]

"حضرت غضیف بن حارث نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس آیا جب کہ وہ بیماری کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس آدمی نے کہا: کیا حال ہے، امیر کو اجر ملے۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں معلوم ہے تم کو کس چیز پر اجر ملتا ہے؟ وہ آدمی کہنے لگا: ان مصائب پر جن کو ہم ناگوار سمجھتے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم کو ہر اس چیز کا اجر ملتا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو۔ اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ پھر انہوں نے سواری کے کجاوے کے سامان کو شمار کیا یہاں تک کہ گھوڑے کی لگام کو بھی شمار میں لائے اور کہا کہ وہ تکالیف جو تمہارے جسموں کو پہنچتی ہے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔"

٤٩٩۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ، وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))

[صحيح مسلم: ٤٥، البر والصلة والأدب، ح:٥٢]

"حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کو کوئی تکلیف یا مصیبت، رنج وغم یا اذیت پہنچتی ہے حتیٰ کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو اس کی خطاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔"

٥٠٠۔ عَنْ سَعِيْدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ - وَعَادَ مَرِيْضًا فِيْ كِنْدَةَ - فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُؤْمِنِ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ لَهُ كَفَّارَةً وَمُسْتَعْتَبًا، وَإِنَّ مَرَضَ الْفَاجِرِ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوْهُ، فَلَا يَدْرِيْ لِمَ عُقِلَ وَلِمَ أُرْسِلَ۔ [صحيح الإسناد]

"حضرت سعید کہتے ہیں میں اور حضرت سلمان بنی کندہ کے ایک بیمار کے پاس آئے جب سلمان ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تمہیں خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ مومن کی بیماری کو اس کے گناہوں کا کفارہ اور اپنی رضا کا سبب بنا دیتا ہے۔ اس کے برعکس فاسق وفاجر کی بیماری ایسے اونٹ جیسی ہوتی ہے جسے

اس کے مالک اسے باندھ دیں پھر چھوڑ دیں اسے پتہ ہی نہ چل سکے کہ اسے کس لیے باندھا گیا اور کس لیے چھوڑ دیا گیا۔''

۵۰۱۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((لَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ جَسَدِهِ وَأَهْلِهِ وَمَالِهِ، حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ))

[صحیح، وهو فی سنن الترمذی: ۲۸٦٦]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مومن مرد یا عورت کو اس کے جسم یا اس کے اہل وعیال اور مال میں کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اسی مصیبت واذیت میں اللہ تعالیٰ سے جاملے (اس کی موت واقع ہوجائے) تو اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔''

۵۰۲۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو مِثْلَهٗ وَزَادَ ((فِیْ وَلَدِهِ))

''محمد بن عمرو نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اس میں فی ولدہ کا لفظ آیا ہے۔اس کی اولاد میں۔''

۵۰۳۔ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: جَآءَ أَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((هَلْ أَخَذَتْكَ أُمُّ مِلْدَمٍ؟)) قَالَ: وَمَا أُمُّ مِلْدَمٍ؟ قَالَ: ((حَرٌّ بَیْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَهَلْ صُدِعْتَ ؟)) قَالَ: وَمَا الصُّدَاعُ؟ قَالَ: ((رِیْحٌ تَعْتَرِضُ فِی الرَّأْسِ تَضْرِبُ الْعُرُوْقَ)) قَالَ: لَا، قَالَ فَلَمَّا قَامَ قَالَ: ((مَنْ سَرَّهٗ أَنْ یَنْظُرَ إِلٰی رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) - ای: فلینظره - [حسن صحیح]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا کیا تجھے کبھی ام ملدم ہوا ہے وہ کہنے لگا وہ کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک ایسا بخار ہے جس کی حرارت گوشت اور جلد کے درمیان ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تجھے صداع ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ایک ریح ہوا ہے جو سر میں پیدا ہوتی ہے اور دماغ کی باریک رگوں کو متاثر کرتی ہے۔اس نے کہا نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ وہ دوزخ والوں میں سے کسی آدمی کو دیکھے تو اس آدمی کو دیکھ لے۔''

باب: العیادة جوف اللیل

رات کے کسی حصہ میں مریض کی عیادت کرنا

۵۰٤۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ الرَّبِیْعِ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ حُذَیْفَةُ سَمِعَ بِذٰلِكَ رَهْطُهٗ وَالْأَنْصَارُ، فَأَتَوْهُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ أَوْ عِنْدَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَیُّ سَاعَةٍ هٰذِهٖ؟ قُلْنَا: جَوْفُ اللَّیْلِ أَوْ عِنْدَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ صَبَاحِ النَّارِ، قَالَ: جِئْتُمْ بِمَا أُكَفَّنُ بِهٖ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: لَا تَغَالَوْا بِالْأَكْفَانِ، فَإِنَّهٗ إِنْ یَكُنْ لِیْ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ بُدِّلْتُ بِهٖ خَیْرًا مِنْهُ، وَإِنْ كَانَتِ الْأُخْرٰی سُلِبْتُ سَلْبًا سَرِیْعًا۔ قَالَ ابْنُ إِدْرِیْسَ: أَتَیْنَاهُ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ ۔ [فیه لین، خالد بن الربیع قال فیه ابن أبی حاتم فی الجرح والتعدیل، ج:۳/ ۳۲۹، شیخ]

''حضرت خالد بن ربیع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہ کی بیماری شدت اختیار کرگئی تو آپ کے قبیلہ اور انصار کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ رات کے وقت یا صبح ہونے کے قریب ان کے پاس آئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کون سا وقت ہے ہم نے کہا آدھی رات یا کہا صبح ہونے کو ہے۔ تو حضرت حذیفہ نے کہا میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی صبح سے جس میں دوزخ کا سامنا ہو۔ پھر کہا میرے کفن کے لیے کپڑا لائے ہو ہم نے کہا ہاں لائے ہیں۔ آپ نے کہا کپڑا زیادہ قیمتی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرے لیے خیر ہے تو اس سے بہتر کفن بدل دیا جائے گا اگر دوسری بات ہوئی تو اس کو جلدی چھین لیا جائے گا۔''

ابن ادریس نے کہا ہم رات کے بعض حصے میں ان کے پاس آئے۔



تفسیری افادات

سورۃ العصر

محمد عبدہٗ المصری رحمہ اللہ ...... ترجمہ: مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

﴿ وَ الۡعَصۡرِ ۙ﴿﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴾

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سورت کی وسعت اور جامعیت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

لو لم ینزل الا هذه السورة لكفت الناس.

''اگر صرف یہی سورۃ نازل ہوتی تو لوگوں کے لیے کافی تھی۔''

اور ایک قول ان سے یہ بھی مروی ہے کہ امت اگر اس سورۃ میں غور کرے تو یہ ان کے لیے بس (کافی) ہے۔ صحیح روایت ہے کہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ ملاقات کے وقت جب اس سورت کو نہ پڑھ لیتے جدا نہ ہوتے۔ بعض کا خیال ہے کہ تلاوت محض تبرک کے لیے ہوتی تھی۔ یہ خیال درست نہیں بلکہ ان احکام کا یاد دلانا مقصود ہوتا تھا جس اس سورۃ میں مذکور ہیں۔ خصوصاً وصیت اور صبر، تا کہ ہر شخص اپنے ملاقاتی سے نصیحت نیک بات سنے اور اس پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ مخلوق کی یا اپنی کسی صفت کی قسم کھاتا ہے تا کہ لوگ اس کی خوبیوں اور حکمتوں پر آگاہ ہو جائیں، اور اگر انہوں نے غلط فہمی سے اس چیز کو شر وفساد کا سر چشمہ سمجھا ہوا ہے تو اس کا ازالہ کر دیا جائے۔ کیوں کہ شر اور برائی کا تعلق استعمال اور اعتقاد سے ہے کسی چیز کی ماہیت میں داخل نہیں ہے۔

بہت سے مذاہب کا خیال ہے تھا کہ یہ زمانہ اور جو کچھ اس میں ہے سب بدی کی آلائشوں سے آلودہ ہے، بھلائی کا یہاں نام ونشان نہیں، طالبین سعادت کے لیے لازم ہے کہ وہ جہان کو حقیر سمجھیں اور اس کی لذتوں، راحتوں سے الگ ہو کر دوسرے جہان کی سعادتوں کی طلب میں اپنی زندگی وقف کر دیں۔ قرآن مجید نے ان کے خیال کی غلطی کو زمانہ کی قسم کھا کر ظاہر فرمایا۔

قوموں اور مذہبوں کی غلطیاں بے نقاب کرنے کے لیے قرآن نے بہت سے طریقے اور اسلوب اختیار کیے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ قسم بھی ہے۔ جو چیز اپنی فضیلت کی بنا پر اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ جس کی عظمت وعزت کا اظہار خود خدا فرماتا ہے۔ بھلا بتاؤ تو سہی جس کی عظمت کا اظہار خود احکم الحاکمین کرے اور اس کو شر وفساد کا سر چشمہ کون کہہ سکتا ہے؟ بلکہ وہ سرتا پا خیر ہوگی، کیوں کہ تمام کائنات کا خالق وہی ہے۔ سب کو اسی نے وجود کے شرف سے نوازا ہے۔

لفظ عصر کی تحقیق:

عصر یا تو زمانہ کے ایک حصہ کا نام ہے جس میں انسان اپنی زندگی گذارتا ہے، چاہے اس کا اندازہ سال کے ساتھ کیا جائے یا عدد کی تعین نہ کی جائے یا عصر، ظہر کے اور مغرب کے درمیان کے وقت کا نام ہے۔ اس سورت میں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

لوگ زمانہ کو برا بھلا کہنے اور گالی دینے کے عادی ہیں۔ ہر شخص اپنے زمانہ کی شکایت کرتا پھرتا ہے اور اس میں ہر قسم کی برائیاں اور خرابیاں بتلاتا ہے، اور اپنے سے پہلے زمانہ کی تعریف کرتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمانہ کی قسم کھاتے ہوئے اس کی عزت کا اظہار کر کے تنبیہ کرنا چاہتا ہے کہ جس کی تحقیر وتذلیل کے تم عادی ہو وہ حقیقت میں عزت واحترام کے لائق ہے۔

عصر بمعنی ثانی اگر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت قریش اور دوسرے مقامات پر جمع ہو کر لہو ولعب میں مشغول ہوتے، بے ہودہ مذاق کرتے، غیبت کرتے، چغلیاں کھاتے تھے۔ اسی بنا پر لوگوں کے دلوں میں اس وقت کی ہوائی بیٹھ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم کھا کر ان خیالات کی تردید فرمائی اور بتلایا کہ یہ وقت اپنے شرف کے

لحاظ سے تو ایسا ہے کہ خدا اس کی خود قسم کھاتا ہے اور اس کی عزت کا اظہار فرماتا ہے۔ وقت کو برا نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس وقت کے شرف واحترام کے مطابق نیک اعمال اس میں انجام دینے چاہییں۔

تشریح "ان الانسان لفی خسر":

یہاں عصر کی قسم کھا کر اسی خبر کی تاکید کی گئی ہے کہ انسان ٹوٹے (خسارے) میں ہے اس خبر کی تاکید کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس سورت میں جن اعمال وافعال کا ذکر ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسے اعمال وافعال ہیں جن میں نقصان اور ٹوٹا (خسارہ) نہیں ہے۔

بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حقیقی سعادت اور خوشی تو ایمان واخلاق کی پابندیوں سے آزاد ہونے اور وسعت فکر، حریت عمل میں ہے۔ کہ برائی کے کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ بدکاری سے بچنے کی ضرورت، بس جو چیز فوری طور پر لذت وراحت سے ہمکنار کردے وہ حلال ہے، خواہ اس میں تباہی وبربادی کیوں نہ آجائے۔ وہی قومیں کامیابی سے ہم آغوش ہوئیں جنہوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی، جن پر ان کی شہوتوں کا غلبہ ہو گیا جو ہمیشہ ہر طرح مال ودولت کے بڑھانے کے لیے کوشش کرتی رہیں۔ چاہے ایمان اور عمل صالح ہو یا نہیں، اور حق اور صبر کی وصیت پائی جائے یا نہ پائی جائے۔ اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں بکثرت ہوتے ہیں۔

اَل کی تحقیق:

''الانسان'' میں اَل استغراق کے لیے ہے جیسا کہ الا الذین آمنوا کے اسثنا سے معلوم ہوتا ہے۔ لفظ اَل اور لفظ کل جس کو کہ منطق کلیہ کا سور قرار دیتے ہیں، دونوں کا استغراق ایک طرح نہیں۔ اسی طرح لفظ اَل اس کل کے ہم معنی بھی نہیں ہے جو نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، اور اس سے جنس کے تمام افراد مراد ہوتے ہیں۔ بلکہ یہاں تعریف عہد اور تعریف جنس مراد ہے، خواہ ایک فرد مراد ہو یا چند افراد، تاہم تعریف عہد کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتی۔

نحوی علماء نکرہ اور عہد ذہنی کے فرق میں حیران ہیں جو لوگ خصائص عربی سے نا آشنا ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فرق صرف احکام کے اجزاء اور ظاہر میں ہے ورنہ معنوی طور پر فرق نہیں۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں، جب آقا اپنے غلام سے کہتا ہے کہ:

اشتر اللحم من السوق.

تو یہاں کسی قسم کا گوشت اور بازار مراد نہیں ہوتا بلکہ خاص قسم کا گوشت جس کے خریدنے کا غلام عادی ہے اور خاص بازار جہاں اس کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ اگر کسی بازار کی تعین نہ بھی ہو تب بھی عہد وتعریف کا وجود ضروری ہے۔

پس یہاں انسان سے مراد وہ ہے جس پر انسانیت کے احکام جاری ہوتے ہیں اور جس سے اس قسم کے حالات کا صدور ہوتا ہے جو سن رشد کو پہنچ گیا ہو، خیر وشر کے درمیان تمیز کر سکتا ہو۔ یہاں مجنون، غیر مکلّف بچوں کا خیال بھی نہیں آسکتا اور اگر کل انسان کہا جاتا تو یہ بھی مراد ہوتے۔ اَل، کُل کے معنی کو بلا قرینہ ادا نہیں کر سکتا، پس یہاں آیت میں استغراق حقیقی معنوں میں ہے اور مکلفین انسانوں کو شامل ہے خواہ ان کو انبیاء کرام کا پیغام پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔

لفظ خسر کی تحقیق:

خسر کا استعمال ضلالت، ہلاکت اور نقصان کے معنی میں ہوتا ہے تمہارے اعمال کی پاداش میں جو شر تم کو پہنچے اسی کو خسر، خسران، خسارہ کہا جائے گا۔ کیوں کہ تم کو تو اپنے عمل سے فائدہ اور بھلائی مطلوب ہیں، مگر بجائے اس کے تم کو برائی پہنچی اور فائدہ سے محرومی ہوئی۔ مقصد سے بھٹک گئے، نقصان نے آگھیرا، جہاں سے راحت کی امید تھی وہاں سے مصیبت آن پہنچی۔ ہر وہ شے جو تم کو درد پہنچائے، تکلیف دے، پریشان کرے وہی آرام ولذت کی کمی کا سبب بنے گی۔ جب تم کسی کام سے سکون دل، خوشحالی، اطمینان چاہتے ہو لیکن بجائے اس کے اضطراب و پریشانی سے دو چار ہونا پڑے سمجھو کہ خسر، نقصان نے تمہیں آن گھیرا ہے۔ اس آیت میں خسر مطلق ہے کوئی قید نہیں ہے۔ ہر وہ مکلّف جو مذکورہ ذیل اوصاف نہ رکھتا ہو گا اس کو ضرور کسی نہ کسی قسم کا نقصان دنیا و آخرت میں پہنچے گا۔

یہ سورۃ مکی ہے،، مکی سورتوں میں عموم ہوتا ہے، کسی خاص معنی کے

ساتھ خصوصیت نہیں ہوتی۔اس قسم کا عموم اور بہت سی آیتوں میں نظر آتا ہے۔سورۃ واللیل اذا یغشٰی میں غور کرنا چاہیے۔

ایمان کی تحقیق:

یہاں ایمان کی بغیر کسی قید لایا گیا ہے مگر مراد وہی ایمان ہے جو مخاطبین کو معلوم تھا۔

ایمان دل سے یقین واذا عان کا نام ہے اس طرح کہ خیر وشر،نیکی اور بدی میں فرق ہو سکے اور پختہ طور سے عقیدہ ہو کہ اس کائنات پر وکوئی غلبہ واقتدار والی ہستی بھی ہے، جو بھلائی پسند اور برائی سے نفرت کوتی ہے اور وہی اپنی رحمت سے بعض برگزیدہ لوگوں پر اپنے بھید ظاہر فرماتا ہے۔ تاکہ وہ لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکال کر ہدایت کی بلندیوں پر پہنچادیں۔



مولانا جابر حسین مدنی کو صدمہ

مولانا جابر حسین مدنی (مرکز نداء الاسلام رینالہ خورد) کی والدہ محترمہ اور مولانا عبداللطیف حلیم (نائب مدیر تنظیم اہل حدیث لاہور) کی خوش دامن ۲۲ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ وفات پا گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ بڑی صالحہ وعابدہ اور مخیرّہ خاتون تھیں۔انہوں نے مرکز نداء الاسلام رینالہ خورد کے قیام میں بڑا تعاون کیا اور اپنے بیٹے مولانا جابر صاحب کی تربیت کی، جو اس ادارے کی سرپرستی کررہے ہیں۔یہ ادارہ مرحومہ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

نماز جنازہ مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی نے پڑھائی۔ جنازے میں حافظ عبدالوہاب روپڑی، مولانا عبداللہ نثار، حافظ نصر اللہ بھٹی، شہادت طور اور جامعہ اہل حدیث کے اساتذہ وطلباء کے علاوہ سماجی وسیاسی شخصیات نے شرکت فرمائی۔

مولانا جابر مدنی سے تعزیت کرنے کے لیے ان کا موبائل نمبر 0300-4246020 ہے۔احباب دعا فرمائیں کہ اللہ کریم مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

[شہادت طور، منیجر تنظیم اہل حدیث لاہور]

جامع مسجد لسوڑی والی کے طالب علم کا اعزاز

المدرسۃ العالیۃ تجوید القرآن جامع مسجد لسوڑی والی لاہور کے طالب علم نوید الرحمٰن بن لطیف الرحمٰن اور سیف الرحمٰن بن حق نواز نے محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام بالترتیب اوّل اور سوم پوزیشن حاصل کی۔اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان طلباء کو ضلعی اور صوبائی مقابلوں میں کامیابی سے نوازے۔

[منجانب: انجمن محمدیہ رجسٹرڈ جامع مسجد لسوڑی والی لاہور]

قاری محمد عبداللہ بلتستانی کو صدمہ

قاری محمد عبداللہ بلتستانی جامع مسجد اہل حدیث ڈپٹی باغ سیالکوٹ میں عرصہ ۴۰ سال سے دین کی خدمت کررہے ہیں۔ان کے چھوٹے بھائی حاجی محمد صاحب گزشتہ دنوں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم بلتستان میں ہی مقیم تھے۔

قارئین سے التماس ہے کہ مرحوم کے لیے مغفرت وبلندئ درجات کی اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کریں۔

[عبدالرحیم بلتستانی، عبدالرحمٰن بلتستانی]

معاشرتی مسائل

قسط ...... (۱)

صلہ رحمی

ڈاکٹر صہیب حسن (صدر مسجد و مدرسہ توحید ٹرسٹ۔لندن)

نکاح کے موقعہ پر جو خطبہ دیا جاتا ہے اس میں سورۃ النساء کی پہلی آیت خاص طور پر تلاوت کی جاتی ہے، اور وہ اس لیے کہ اس آیت میں اللہ کے حق کے بعد صلہ رحمی رشتوں کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے۔فرمایا:

﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء:۱]

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور ان دو سے بہت سے مرد و عورت (دنیا میں) پھیلا دیے، پس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے حقوق مانگتے ہو اور قرابت داری کے معاملے میں بھی (اللہ سے ڈرو)۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

ارحام رحم کی جمع ہے، ایک ماں کے رحم سے جو بچے اس دنیا میں آتے ہیں وہ بھائی بہن کہلاتے ہیں اور ان میں محبت کا فطری رشتہ پایا جاتا ہے لیکن یہی بھائی بہن جب بڑے ہو کر اپنے اپنے گھر آباد کرتے ہیں تو محبت و شفقت کی فراوانی اپنی اولاد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور پھر اپنی اصل (یعنی ماں باپ) اور اصل کی شاخوں (یعنی بھائی بہنوں) سے تعلقات میں وہ گرم جوشی باقی نہیں رہتی جو بچپن کا اثاثہ تھی، بعض دفعہ ضرورت اور حاجت کی بنا پر بھی ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں، لیکن جہاں یہ ضرورت یا حاجت نہ ہو تو پھر اجنبیت غالب آ جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مظبوط بندھن کو کمزور ہونے سے بچانے کے لیے اللہ سے وابستگی اور قرابت داروں کے حقوق کی پاسداری کو ساتھ ساتھ جمع کر دیا۔

اور پھر جو لوگ رحمی رشتوں کا کاٹتے ہیں انہیں زمرۂ فاسقین میں جگہ دی۔

فاسق لوگ جو کہ دنیا و آخرت میں خسارہ پائیں گے، ان کی تین قبیح صفات کا تذکرہ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷ میں، ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ [البقرۃ:۲۷]

''جو اللہ کے عہد کے مظبوطی سے باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اللہ نے جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ آخر کار نقصان اٹھائیں گے۔''

سورۃ محمد کی آیات ۲۲۔۲۳ مین ان آخری دو قبیح صفات کے مرتکب حضرات کو لعنتی قرار دیا ہے۔اللہ کی طرف سے جس پر لعنت ہو وہ اللہ کی رحمت سے اتنا دور چلا جاتا ہے کہ اسے جہنم ہی پناہ دے سکتی ہے۔فرمایا:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ﴾ [سورۃ محمد:۲۲،۲۳]

''تو (اے منافقو) کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ اگر (جہاد کرنے سے) تم نے منہ پھیر لیا تو زمین میں فساد برپا کرو اور آپس میں قطع رحمی کرو! یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (حق بات سننے سے) بہرا اور (راہ راست کے دیکھنے

سے)ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے“

یہ تو حال ہو گیا اندھوں، بہروں اور فاسقوں کا، اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ رعد کی آیت نمبر ۲۰-۲۲ میں ”اولوا الالباب“ یعنی ان عقل والوں کا تذکرہ ان صفات کے ساتھ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں:

﴿الَّذِيْنَ يُوفُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَ لَا يَنقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ o وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ o وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَئُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

[سورۃ رعد: ۲۰، ۲۲]

”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ اپنا عہد عبودیت پورا کرتے ہیں اور اپنے پیمان کو نہیں توڑتے۔ اور اللہ نے جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں جوڑے رکھتے ہیں۔ اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) سخت حساب لیے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی رضامندی کے لیے صبر کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ روزی ہم نے انہیں دے رکھی ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) پوشیدہ اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں“ بلاشبہ آخرت کا گھر انہیں لوگوں کے لیے ہے۔“

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ o سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾[رعد: ۲۳، ۲۴]

”(یہ آخرت کا گھر) ایسے باغات ہیں جو ہمیشہ کے لیے ہیں۔ وہ ان باغات میں خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے آباء واجداد، ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہوں گے (سب ان کے ساتھ ہو جائیں گے) اور جنت کے ہر ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے، سلامتی ہو تم پر۔ (دنیا کی زندگی میں) تم صبر کرتے رہے ہو، یہ اسی کا صلہ ہے۔ پس کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر!!“

تعلقات کو جوڑنے کے لیے اصلاح کرنے کا کیا درجہ ہے؟ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں جو نماز روزے اور صدقے سے بھی افضل ہے؟

صحابہ نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! کہا: آپس میں اصلاح واحوال کی کوشش کرنا، کیوں کہ آپس میں بگاڑ کا ہونا کاٹ ڈالتا ہے، اور میری مراد بال کاٹ ڈالنے سے نہیں بلکہ دین کو کاٹ ڈالتا ہے۔“[ابوداؤد۔ترمذی]

قرآن مجید کا اسلوب تقابل کا ہے، یعنی اگر اہل ایمان کا ذکر آیا ہے تو اس کے مقابلہ میں اہل کفر اور فسوق کا تذکرہ بھی ہوگا۔ اس لیے اگلی آیت میں بالمقابل گھناؤنے کردار کا ذکر بھی آ گیا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَنقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ مِنۢم بَعْدِ مِيثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ [رعد: ۲۵]

”اور جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوطی سے باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن تعلقات کو جوڑے رکھنے کا حکم اللہ نے دیا ہے انہیں کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

صلہ رحمی کا آغاز والدین سے ہوتا ہے، اس لیے سب سے پہلے ہم والدین کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہیں۔

والدین کے حقوق:

کتنی بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حق کے

بعد سب سے پہلے والدین کے حق کا ذکر کیا، اللہ کا حق اس کی عبادت کرنا ہے اور والدین کا ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ فرمایا:

﴿وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

[بنی اسرائیل: ۲۳، ۲٤]

''اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ (لوگو) اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک رکھو، ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے زندگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو، اور ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرو اور ان کے ساتھ شفقت اور انکساری کے ساتھ جھکے رہو، اور ان کے حق میں ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔''

سورۃ لقمان میں انہی دونوں حقوق کا تذکرہ دوسرے انداز میں آیا ہے، اللہ کے حق میں شرک کی نفی اور والدین کے حقوق میں والدہ کا خاص تذکرہ فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ [لقمان: ۱۳، ۱٤]

''اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے اس سے کہا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بلاشبہ شرک ظلم عظیم ہے۔ اور (دیکھو) ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے کہ ان کی اطاعت وخدمت کرے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں کہیں جا کر اس کا دودھ چھوڑتا ہے، (اسی لحاظ سے ہم نے اس کو حکم دیا) کہ ہمارا بھی شکرگزار رہ اور اپنے والدین کا بھی۔ آخر کار ہماری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے۔''

اگلی آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ اگر وہ تمہیں شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی بات نہ مانو، پھر بھی دنیا میں ان سے اچھا سلوک ہی کرتے رہو۔ فرمایا:

﴿وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [لقمان: ۱۵]

''جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تو ان کا کہا نہ مان۔ (مگر ہاں) دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔ چل اس شخص کے طریق پر جو ہماری طرف رجوع کیے ہوئے ہو، پھر تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت ہم تو کو بتا دیں گے جو کچھ تم دنیا میں کرتے رہے۔''

سورۃ الاحقاف میں پہلی دو باتوں کے بعد اس بات کا اضافہ کیا کہ آدمی دنیا کے گورکھ دھندوں میں الجھ کر اگر غافل بھی ہو جائے تب بھی چالیس سال کی عمر ایسی ہے کہ اسے راہ راست پر آ جانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ بن کر جینا چاہیے۔ فرمایا:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰی وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الاحقاف: ۱۵]

''اور دیکھو ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اسے جنا اور اس کے حمل اور

دودھ چھڑانے میں (کم سے کم) تیس مہینے لگ گئے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری پختگی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے (اللہ) سے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد میں بھی صالحیت پیدا کردے کہ میرے لیے (موجب راحت ہو)۔ میں نے تیری طرف رجوع کر لیا اور میں تیرے فرماں بردار بندوں میں سے ہوں۔''

ماں کے خصوصی حق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ملاحظہ ہو: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ میری خدمت اور صحبت کا حق دار کون ہو سکتا ہے؟

اللہ کے رسول نے فرمایا: تیری ماں، کہنے لگا: پھر کون؟ پھر بھی تمہاری ماں، کہا: پھر کون؟ کہا: پھر بھی تمہاری ماں، کہنے لگا: پھر کون؟ کہا: پھر تمہارا باپ۔ [بخاری ومسلم]

ماں اگر بقید حیات نہ ہو تو خالہ ماں کا درجہ لے لیتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: تیری ماں ہے؟ کہنے لگا: نہیں، کہا: کوئی خالہ ہے؟ کہا: تو پھر اس کے ساتھ حسن سلوک کر!

[ترمذی]

عہد نبوی میں ایک ایسے شخص بھی تھے جو اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف ہونے کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب نہ ہو سکے، اس لیے تابعی کہلائے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ''خیر التابعین'' کا لقب عطا فرمایا۔ بلکہ ان سے دعا کروانے کا بھی حکم دیا۔ صحیح مسلم کی یہ روایت ملاحظہ ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا: ''تابعین میں سے سب سے بہتر ایک شخص ہیں جنہیں اویس قرنی کہا جاتا ہے، ان کی والدہ ہیں، ان کے جسم پر برص کا نشان ہے اسے کہو کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔''

ایک دوسری روایت ہے کہ جب کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے امداد (جہاد میں مدد کرنے والے) آتے تو وہ ان سے پوچھتے: کیا تمہارے درمیان اویس بن عامر ہیں؟

اور یوں پوچھتے وہ اویس تک جا پہنچے۔ کہا: تم ہی اویس بن عامر ہو؟ کہا: تمہارا تعلق مراد اور پھر قرن سے ہے؟ کہا: پھر پوچھا: تمہارے جسم پر برص کا نشان تھا جس سے تمہیں شفا حاصل ہوئی۔ صرف بقدر درہم جگہ باقی رہ گئی؟ کہا: ہاں، پھر پوچھا: تمہاری والدہ ہیں؟ کہا: ہاں!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے، تمہارے پاس یمن کے امداد کے ساتھ اویس بن عامر آئیں گے جن کا تعلق قبیلہ مراد اور پھر قبیلہ قرن سے ہے۔ اس کے جسم پر برص کا نشان تھا جو بقدر درہم کی جگہ کے صاف ہو چکا ہے۔ اس کی والدہ اس کے ساتھ ہے جس کی خدمت میں وہ لگا رہتا ہے۔ اگر وہ اللہ کی قسم کھا کر کچھ کرے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کرے گا۔ اگر تم اس سے مغفرت کی دعا کروا سکو تو ضرور کروانا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے دعائے استغفار کریں، اویس نے دعا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہاں کا قصد ہے؟ کہا: کوفہ کا، وہاں کے عامل (گورنر) کو تمہارے بارے میں خط لکھ دوں؟ کہنے لگے: مجھے یہی اچھا لگتا ہے کہ عام آدمی کی طرح رہوں۔

اس سے اگلے سال کی بات ہے کہ وہاں کے اشراف میں سے ایک آدمی حج کے لیے آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اویس کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگا: میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کا گھر خستہ تھا اور مال ومتاع بہت تھوڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ تمہارے پاس اویس بن عامر یمن کے امداد کے ساتھ آئیں گے، ان کا تعلق مراد سے اور پھر قرن سے ہے، ان کے جسم پر برص کا داغ ہے جو بقدر درہم کی

جگہ کی صاف ہو چکا ہے، وہ اپنی والدہ کے انتہائی خدمت گزار ہیں۔ اگر وہ اللہ کا نام لے کر کسی کام کی قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی بات پوری کر دیتا ہے اور اگر تم ان سے دعا استغفار کرواسکو تو ضرور کرانا۔‘‘

یہ شخص اویس کے پاس آئے اور کہا: میرے لیے مغفرت کی دعا کریں! اویس نے کہا: تم ابھی ایک نیک سفر سے واپس آئے ہو، اس لیے تم میرے لیے دعا کرو! پھر کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! تو پھر انہوں نے اس کے لیے دعاء مغفرت کی۔

اور اسی طرح لوگوں کو ان کی کرامت کا پتہ چل گیا تو وہ وہاں سے چل دیئے، اُسیر (راوی قصہ) کہتے ہیں: ان کے اوپر ایک چادر تھی۔ لوگ جب انہیں دیکھتے تو کہتے: ’’اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی؟‘‘[صحیح مسلم]

انسان جہاد جیسے نیک عمل کے لیے جانا چاہتا ہو تب بھی اس کے لیے ماں کی خدمت کرنا افضل ہے، صحابہ میں سے ایک صحابی معاویہ بن جاہمہ السلمی روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ جہاد کرنا چاہتا ہوں، اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر چاہتا ہوں! آپ نے کہا: خرابی ہو تجھ پر! کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! کہا: تو جاؤ اور اس کی خدمت کرو! میں پھر گھوم گھام کے دوسری طرف سے اللہ کے رسول کے پاس جا پہنچا اور کہا: اللہ کے رسول! میں نے آپ کے ساتھ جہاد کا قصد کیا ہے اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر چاہتا ہوں! آپ ﷺ نے کہا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول! کہا: تو واپس جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ پھر میں آپ کے سامنے سے آیا اور سہ بارہ یہی سوال کیا تو آپ نے پھر وہی سوال کیا اور میرے جواب دینے پر کہا: خرابی ہو تجھ پر! اس کی ٹانگ پکڑے رکھ کہ جنت وہیں ہے۔‘‘ [النسائی۔ابن ماجہ]

(جاری ہے)

معاشرتی مسائل

غیبت

وہ امور جن کا شمار حرام غیبت میں نہیں ہوتا

محمد عبدالرزاق ساجد (لیکچرر گورنمنٹ ملت ڈگری کالج فیصل آباد)

کچھ امور ایسے ہیں جو بہ ظاہر غیبت محسوس ہوتے ہیں اور غیبت کی تعریف بھی ان پر صادق آتی ہے۔ لیکن وہ غیبت کی حرام قسم نہیں ہیں بلکہ انسانیت کے وسیع تر مفاد، راجح مصلحت اور مقاصد شریعت کے پیش نظر شریعت مطہرہ میں ان کے جواز کی گنجائش موجود ہے۔ ذیل میں ان کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔

اَلْقَدْحُ لَیْسَ بِغِیْبَةٍ فِیْ سِتَّةٍ
مُتَظَلِّمٍ وَ مُعَرِّفٍ وَ مُحَذِّرٍ
وَمُظْهِرِ فِسْقٍ وَ مُسْتَفْتٍ وَ مَنْ
طَلَبَ الْاِعَانَةَ فِیْ اِزَالَةِ مُنْکَرٍ

’’چھ معاملات میں جرح ونقد اور ردّ وقدح (کسی کی عدم موجودگی میں) غیبت کے زمرے میں نہیں آتی۔

① ......مظلوم کی ظالم کے خلاف فریاد کرنا۔
② ......کسی کے طلب کرنے پر کسی شخص کا غائبانہ تعارف کرانا
③ ......کسی کو کسی غیر مناسب شخص سے خبردار اور متنبہ کرنا
④ ......ظاہری فسق وفجور اور اعلانیہ گناہوں میں مبتلا شخص کی بابت کسی کے ہاں گفتگو کرنا
⑤ ......ضرورت مند اور سائل کا فتویٰ طلب کرنے کے لیے کسی شخص سے متعلقہ معاملات کی وضاحت کرنا
⑥ ......منکرات وفحاشی کے خاتمے اور ازالے کے لیے کسی دوسرے سے مدد لینے کے لیے اسے صورتِ حال سے آگاہ کرنا

ذیل کی سطور میں ان امور کی توضیح پیش خدمت ہے۔

(۱)......مُتَظَلِّم:

اگرچہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے عیوب ونقائص کا ایسا تذکرہ جو اسے معلوم ہونے پر ناگوار گزرے غیبت کہلاتا ہے۔ اور اس کی سخت ممانعت ہے اور اس کا شمار گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے۔ مگر مظلوم کی فریاد کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے اور غیبت محرمہ میں اس کا شمار نہیں ہوتا۔

کیوں کہ مظلوم کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ حکمران، امیر، خلیفہ وقت، حاکم، بادشاہ، قاضی، جج یا متعلقہ اتھارٹی کے سامنے روداد ظلم کو بیان کرسکتا ہے۔ ظالم کے ظلم وزیادتی، جور تعدی اور عدوان کی داستان کو بیان کرسکتا ہے۔ اس کے قہر وغضب، عنف وشدت کا ماجرا سنا سکتا ہے۔ حقائق کو عیاں کرسکتا ہے اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی سے پردہ اٹھا سکتا ہے۔

لا یحب الجهر بالسوء من القول الّا من ظُلم۔

اسی طرح بخاری کی حدیث ہے:

دعوه فإن لصاحب الحقّ مقالاً اور ومطل الغنی ظلمٌ

(۲)......وَمُعَرِّفٍ:

کسی کی عدم موجودگی میں اس کا صحیح تعارف پیش کرنا بھی بعض اعتبار سے حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

مثلاً اگر کوئی آدمی آپ سے آپ کے ہمسائے کے بارے میں مشورہ مانگتا ہے کہ میں اجنبی ہوں۔ اس شخص کے بارے زیادہ نہیں جانتا، میں اس سے کاروبار میں شراکت کرنا چاہتا ہوں۔ اس شخص کے اخلاق وکردار اور رویہ کے بارے میں مجھے آگاہ کردیجیے۔ توالمستشار مؤتمن کے تحت اس کو صحیح مشورہ دینا، صحیح معلومات مہیا کرنا، درست انفرمیشن دینا یہ ایک مومن کا مومن پر حق ہے۔ اگر وہ آدمی صحیح ہے تو اس کے بارے میں مثبت رائے دینا، لیکن اگر معاملہ برعکس ہے وہ آدمی خائن یا غیر دیانت دار ہے، یا فراڈ اور دھوکے کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسی صورت میں اسے

آ گاہ کر دینے سے نہ تو ہمسائے کے حقوق کی تلفی ہوگی اور نہ وہ حرام غیبت کے زمرے میں آئے گا۔

اسی طرح کوئی شخص آپ سے کسی ایسے فرد کے بارے میں پوچھتا ہے جسے آپ جانتے ہیں کہ میں اس کے بیٹے سے اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا چال چلن اور کردار کیسا ہے؟ اگر وہ شخص شرابی ہے، جواری ہے یا چور اور ڈاکو ہے یا غلط کردار کا مالک ہے تو اسے اس کے بارے میں صحیح تعارفی معلومات کا مہیا کرنا حرام غیبت میں شمار نہیں ہوگا۔

جیسا کہ فاطمہ بنت قیس کو جب ابوجہم اور معاویہ نے منگنی کا پیغام بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

امّا ابوجهم فلا يصنع عصاه عن عاتقه، واما معاوية فصعلوكٌ لا مال له۔

''کہ ابوجہم سخت گیر اور درشت طبیعت کا مالک ہے یا وہ سفروں میں رہتا ہے جب کہ معاویہ تنگ دست ونادار اور مفلوک الحال ہے۔''

(۳)......وَمُحَذِّرٍ:

اسی طرح انسان ایک شخص کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کسی گروہ کا سرغنہ ہے یا اس کا تعلق انڈر ورلڈ سے ہے، یا اس کی خفیہ سرگرمیاں مشکوک ہیں، یا وہ لوگوں کے ساتھ دھوکہ، فراڈ، چوری، ڈکیتی اور قتل وغیرہ کی وارداتوں میں ملوث پایا گیا ہے۔ اور آپ اپنے حلقہ احباب کو اس سے آ گاہ کر دیتے ہیں۔ انہیں خبردار متنبہ کر دیتے ہیں تو یہ کام بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آئے گا بلکہ یہ نصیحت کے باب میں شمار ہوگا۔

اسی طرح آپ کا کوئی بھائی، عزیز، بیٹا یا رشتہ دار لین دین اور مالی معاملات میں ہاتھ دکھا جاتا ہے اور آپ اپنے احباب وارباب اور لوگوں کو خبردار کر دیتے ہیں کہ میرے اعتماد پر میرے تعلق اور حوالے سے اس کے ساتھ کسی قسم کا لین دین نہ کیا جائے۔ اس کی ڈیلنگ درست نہیں تو اس قسم کی آ گہی حرام غیبت میں شمار نہیں ہوتی۔

(۴)......وَمُظْهِرٍ فِسْقٍ:

اسی طرح ایک شخص فاسق وفاجر ہے، اور گناہوں کی دلدلوں میں دھنسا ہوا ہے، جور وعصیاں کے بحر بے کراں میں شب وروز مستغرق رہتا ہے۔ عیاشی وفحاشی کا علی الاعلان ارتکاب کرتا ہے۔ فسق وفجور کے کام سرعام کرتا ہے۔ اعلانیہ اور ظاہری جرائم پیشہ افراد کے ساتھ تعلق واسطہ رکھتا ہے۔ اپنی کرتوتوں اور حرکتوں کے تذکرے کھلے بندوں کرتا ہے۔ تو حلقہ یاراں، احباب وارباب، دوستوں، رشتہ داروں اور اس سے ناواقف سیدھے سادھے اجنبی اشخاص کو اس کے بارے میں مطلع کرنا یہ بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

اسی طرح آپ ایک شخص کو جانتے ہیں وہ انتہائی نیک اور شریف النفس آدمی ہے لیکن دوسرا شخص بہ ظاہر اس کے ساتھ مخلص اور وفاداری کا ڈھونگ رچاتا ہے جب کہ اندرونِ خانہ اس کو نقصان پہنچانے، تکلیف دینے، یا قتل کرنے کی پلاننگ تیار کر رہا ہے اور آپ کو اس کا علم ہو گیا ہے، یا وہ آپ سے اس قسم کے معاملے کو شیئر کرتا ہے تو جہاں اس کی ہاں میں ہاں ملانے کی بجائے اس کی اصلاح ضروری ہے۔ وہیں دوسرے شخص پر اس کے خبث باطن کو عیاں کر دینا بھی حرام غیبت نہیں ہوگی بلکہ الدين النصيحة کے تحت خیر خواہی اور تعاونوا على البر والتقوى کے تحت اس کی صحیح بھلائی اور رہنمائی ہوگی۔

دلیل: جب ایک فاجر وفاسق شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے کہا

ائذنوا له، بئس اخو العشيرة ۔ [صحيح البخاری]

(۵)......وَمُسْتَفْتٍ:

اسی طرح ضرورت مند اور سائل جب کسی دینی، شرعی، معاشی، معاشرتی یا دنیوی معاملے کی بابت فتویٰ طلب کرنا چاہتا ہو کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ یا عورت اپنے شوہر کے کسی اقدام کی بابت فتویٰ طلب کرنا چاہتی ہو اور مفتی کو تمام صورت حال سے آ گاہ کر دے تا کہ اس کی بنیاد پر درست فتویٰ حاصل کر سکے تو یہ بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

دلیل: جیسا کہ ابوسفیان کی بیوی ہند نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

اِنَّ ابا سفيانَ رَجُلٌ شحيحٌ لا يعطيني ما يكفيني انا وولدی افاخذ من غير علمه فقال النبی ﷺ نعم فخذی ۔ [متفق عليه]

''ہند ابوسفیان کی بیوی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے مجھے اور میری اولاد کو اتنا خرچہ نہیں دیتا جو

ہمارے لیے کافی ہوتو کیا میں اسے بتائے بغیر لے سکتی ہوں تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔“

(٦)......وَمَنْ طَلَبَ الْإِعَانَةَ فِيْ إِزَالَةِ مُنْكَرٍ:

اسی طرح کسی جگہ غیر شرعی اور غیر مہذب امور کا سر عام ارتکاب ہوتا ہو، رشوت، حرام خوری کا معاملہ ہو۔ جسم فروشی، عصمت دری، زنا اور بے حیائی کے اڈے قائم ہوں اور اس کا کاروبار ہوتا ہو، قحبہ گری، جوا، شراب نوشی، منشیات کا استعمال، یا شراب ومنشیات کی تیاری یا ان کی خرید وفروخت ہوتی، ایسے گروہ، گینگز یا گروپس جو غیر مہذب، غیر اخلاقی، غیر دینی اور غیر شرعی امور کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چوریوں، قتل، اغوا برائے تاوان، ڈکیتیوں میں ملوث ہوں تو ان کے خاتمے اور ازالے کے لیے حکومت وقت سے مدد طلب کرنا اور ان کے بارے میں آگاہی دینا یہ بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

ان کے علاوہ بھی کچھ امور ایسے ہیں کہ ان کا تذکرہ بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

(٧)......نفاق کا پول کھولنا:

ایک ایسا شخص جو اندرون خانہ کافر ومشرک ہے مگر بہ ظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور خفیہ طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا ہے تو لوگوں کے سامنے اس کے نفاق کا پردہ چاک کرنا بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

(٨)......بدعتی اور اس کی بدعت کا پردہ چاک کرنا:

اس طرح ایک شخص دین اور شریعت کے نام پر ایسے امور کو رواج دیتا ہے، لوگوں میں رائج کرتا ہے جو دین نہیں ہیں۔ انہیں نیکی، اچھائی اور خیر کے نام پر پیش کرتا ہے۔ رسوم ورواج اور بدعات وخرافات کو پیش کر کے دین کے نام پر دکانداری چمکا تا ہے تو اس شخص کی دین داری، عیاری ومکاری اور اس کی بدعات والے معاملات سے لوگوں کو آگاہ کرنا حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ دینی خیر خواہی کے باب میں شمار ہوگا۔

نوٹ: ہر وہ کام جس کی ضرورت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ہو اور بہ ظاہر اس کو کرنے کے لیے آپ کے سامنے کوئی رکاوٹ یا مانع بھی نہ ہو اور اس کے باوجود آپ اس کام کو نہ تو خود کریں اور نہ اس کا حکم دیں۔ اور آج اسے کوئی نظریہ ضرورت، نیکی، دین یا طریقت وشریعت کا نام دے کر خود کرے یا دوسروں کو کرنے کا حکم دے تو وہ بدعت کہلائے گا۔

(٩)......مدعی کا دعویٰ دائر کرنا:

اسی طرح کسی کورٹ یا عدالت میں معاملے کو پیش کرتے ہوئے مدعی علیہ کا خلاف اس کی عدم موجودگی میں دعویٰ دائر کرنا بھی غیبت کے زمرے میں شمار نہیں ہوتا۔

(١٠)......ملی یا قومی لیول کے مسئلے کو حکام بالا تک پہنچانا:

اسی طرح کسی حساس نوعیت کے ملی یا قومی مسئلے کے بارے میں جو کسی فرد، افراد یا گروہ سے تعلق رکھتا ہو، ملک وملت اور دین وشریعت کے وسیع تر مفاد کے لیے حکام بالا تک اس کی خبر پہنچانا یا انہیں آگاہ کرنا بھی حرام غیبت کے زمرے میں شمار نہیں ہوتا۔

(١١)......جرم کی FIR درج کروانا:

اسی طرح کسی گھناؤنے جرم اور اس کے مجرم کی تھانے کچہری میں FIR کٹوانا جو کہ عموماً مجرم کی عدم موجودگی میں ہوتی ہے اور معلوم ہونے پر اسے ناگوار گزرتی ہے یہ بھی حرام غیبت کے زمرے میں شمار نہیں ہوتی۔

(١٢)......دین کے لیے جاسوسی کرتے ہوئے دشمن کے رازوں کو عیاں کرنا:

شریعت مطہرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص خلیفہ وقت، امیر المومنین، حاکم یا امیر کے نامزد کرنے پر اسلام اور مسلمانوں کے لیے دشمن کے رازوں کی جاسوسی کرتا ہے اور پھر انہیں متعلقہ محکموں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے تو یہ بھی حرام غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

(١٣)......اسماء رجال، تراجم، بائیوگرافی کرتے ہوئے جرح ونقد کرنا:

اسی طرح علمائے محدثین اور محققین کا رواۃ حدیث کے احوال کو جاننا، ان کو بیان کرنا، کسی راوی پر جرح کرنا، اسباب جرح کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی تجریح کرنا، کسی راوی کا ضعف بیان کرنا کہ فلاں کذاب ہے، فلاں وضاع ہے، فلاں مدلس ہے، فلاں منکر الحدیث ہے۔

معاشی مسائل

قسط ...... (۳) آخری

اجارہ کے اصول اور اسلامی وسودی بینک!

حافظ ذوالفقارعلی، ابوہریرہ شریعہ کالج لاہور

قابلِ غور پہلو:

کیا مذکورہ بالا طریق کار میں اسلامی اصولوں کی مکمل پاسداری کی گئی ہے اور مروجہ اسلامی بینکوں کی طرف سے پیش کی گئیں اجارہ مصنوعات شرعی اجارہ کی شرائط وضوابط کے عین مطابق ہیں؟ یہ جاننے کے لئے ماسٹر فائنانسنگ ایگریمنٹ کے موقع پر کلائنٹ سے لئے گئے لازمی وعدہ، سیکورٹی ڈپازٹ اور مطلوبہ چیز کی کلائنٹ کے ذریعے خریداری کا تحقیقی جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔

قانونی اعتبار سے لازم وعدہ کی شرعی حیثیت:

مروجہ اسلامی بینکاری کے حامیوں کے نزدیک کلائنٹ سے وعدہ لینے کا مقصد صرف بینک کو یہ یقین دلانا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ضرور اجارہ کا معاملہ کرے گا تاکہ بینک پورے اطمینان کے ساتھ مطلوبہ چیز کی خریداری کر سکے۔ اس سے اجارہ منعقد نہیں ہوتا بلکہ اجارہ کا باضابطہ معاہدہ مطلوبہ چیز حاصل کرنے کے بعد طے پاتا ہے۔

لیکن اگر معمولی غوروفکر کیا جائے تو یہ موقف خاصا کمزور نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ باضابطہ معاہدے کی حیثیت علامتی کارروائی کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ قانونی لحاظ سے کلائنٹ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ بینک کی خریدی ہوئی چیز بہرحال ماسٹر فائنانسنگ ایگریمنٹ میں طے شدہ شرائط کے مطابق اجارہ پر لے۔ اور اگر پس وپیش کرے تو بینک قانونی چارہ جوئی کے لئے عدالت سے بھی رجوع کرسکتا ہے اور عدالت اسے مجبور کر سکتی ہے کہ وہ بینک کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرے۔ علاوہ ازیں وعدہ اجارہ کے موقع پر بینک سیکورٹی ڈپازٹ کے نام پر ایک معقول رقم بھی وصول پاچکا ہوتا ہے تاکہ اگر بینک کی خریداری کے بعد کلائنٹ چیز لینے سے گریزاں ہو، یا اقساط کی ادائیگی نہ کرے، یا دیوالیہ جائے تو بینک کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی اس رقم سے کی جاسکے جس سے یہ معاملہ سادہ وعدے کی حدتک نہیں رہتا بلکہ معاہدے کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے، البتہ اس نے نافذ العمل مستقبل کی تاریخ پر ہونا ہے۔ اور جب یہ معاہدہ ہے تو گویا بینک نے ملکیت میں لانے سے قبل ہی اجارہ پر دینے کا معاہدہ کرلیا جو اجارہ قوانین کی صریحا خلاف ورزی ہے۔

چنانچہ مصر کے ممتاز دینی سکالر و ماہر اسلامی معاشیات ڈاکٹر رفیق یونس مصری لکھتے ہیں۔

فاذا لم يكن الوعد ملزما فهذا لابأس فيه أما اذا كان ملزما فان العملية تدخل فی نطاق بيع مالايملك ،أو البيع قبل القبض ،بل قبل الشراء ،و هذا غير جائز شرعا ۔ [المصارف الاسلامية ٣٦]

''جب وعدہ لازمی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جب وعدہ لازم ہو تو یہ کارروائی غیر ملکیتی چیز کی بیع یا قبضہ سے بلکہ خریداری سے قبل بیع کے دائرے میں داخل ہوجاتی ہے اور یہ شرعا ناجائز ہے۔''

اسلامی بینکاری کے حامی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مذکورہ بالا خرابی تب لازم آتی ہے جب دونوں جانب سے وعدہ لازم ہو، جبکہ اسلامی بینکوں میں یہ وعدہ یکطرفہ یعنی صرف کلائنٹ کی طرف سے ہوتا ہے، بینک کو اختیار ہوتا ہے کہ معاملہ کرے یا نہ کرے۔ اس کے علاوہ بینک کرایہ بھی اس تاریخ سے لینا شروع کرتا ہے جب مطلوبہ چیز کلائنٹ کے حوالے کردی جاتی ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مذکورہ وعدہ معاہدہ نہیں ہے، مگر دو وجوہ کے باعث یہ جواب اہل علم کو مطمئن نہیں سکتا۔

① ...... کہنے کی حدتک تو یکطرفہ ہوتا ہے لیکن حقیقت میں دوطرفہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وعدہِ اجارہ کے بعد کلائنٹ کو سو فیصد یقین ہوتا ہے کہ بینک اسے ضرور مطلوبہ چیز مہیا کرے گا۔ مروجہ اسلامی بینکوں کی تاریخ

میں بمشکل اِکّا دُکّا ہی ایسے واقعات ملیں گے جن میں بینک نے وعدہ اجارہ پر دستخط کے بعد کلائنٹ کو مطلوبہ چیز کی فراہمی سے انکار کیا ہو، کیوں کہ اس سے بینک کی ساکھ خراب ہوسکتی ہے۔ جب بینک کی طرف سے مطلوبہ چیز کی فراہمی یقینی ہے تو ''المعروف کالمشروط'' ''جو بات معروف ہو وہ مشروط جیسی ہے'' کے تحت عملی طور پر بینک کی طرف سے بھی لازمی وعدہ ہوا۔ اور یہ بات اسلامی بینکاری کے حامی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دوطرفہ لازمی وعدہ معاہدے کے حکم میں ہے۔

[المعايير الشرعية ٢ ٤ ١ ، ١ ٥ ١]

④ ...... بینک کو معاملہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دینا اور کلائنٹ کو ہر صورت اس کے ساتھ معاملہ کرنے کا پابند بنانا امتیازی سلوک ہے جو نام نہاد اسلامی بینکوں کے غیر منصفانہ مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ فریقین کو معاملہ کرنے یا نہ کرنے کا حق مساوی حاصل ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر رفیق یونس مصری رقمطراز ہیں۔

انی أری ضرورة الخيار لكلا المتواعدين، أما الخيار لأحدهما فقط فهو تحكم۔

[المصارف الاسلامية ٣٢]

''میرے خیال میں دونوں وعدہ کرنے والوں کو اختیار ہونا چاہیے۔ فقط ایک کو اختیار دینا سینہ زوری ہے۔''

باقی رہی یہ بات کہ بینک کلائنٹ کو قبضہ دینے کی تاریخ سے کرایہ لینا شروع کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس سے پہلے اجارہ کا معاہدہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے یہ معاہدہ مطلوبہ چیز پر کلائنٹ کے قبضہ کی تاریخ سے مؤثر ہورہا ہے۔ غرض یہ کہ مطلوبہ چیز کی خریداری سے قبل بینک کا کلائنٹ سے اجارہ کا عدالتی طور پر لازم وعدہ لینا حقیقت میں معاہدہ اجارہ ہے جو شریعت کے منافی اور اجارہ قوانین سے متصادم ہونے کی بنا پر ناجائز ہے۔

اسی طرح اجارہ کے باضابطہ معاہدے کے موقع پر کلائنٹ سے یہ وعدہ لینا بھی خلاف شرع ہے کہ وہ مختلف شقوں کی خلاف ورزی کے باعث بینک کی طرف سے اجارہ ختم کرنے کی صورت میں طے شدہ قیمت پر گاڑی خریدنے کا پابند ہوگا۔

سیکورٹی ڈپازٹ کا حکم:

شرعی اعتبار سے سیکورٹی ڈپازٹ کی حیثیت کیا ہے؟ اس سوال کا شافی جواب مروجہ اسلامی بینکوں کے شریعہ ایڈوائزرز کے پاس بھی نہیں ہے کیونکہ وہ خود بھی اس پر مطمئن نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ رقم بینک کے پاس امانت ہے بینک اس میں تصرف کا مجاز نہیں۔ کبھی اسے قرض قرار دیا جاتا ہے، اور کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ رقم پیشگی کرایہ ہے یعنی کرائے کے دو حصے ہوتے ہیں ایک حصہ ماہانہ اقساط کی صورت میں لیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ سیکورٹی ڈپازٹ کے نام پر کل مدت اجارہ کے مقابلے میں پیشگی وصول کرلیا جاتا ہے۔

لیکن ان توجیہات میں سے کوئی توجیہ بھی ایسی نہیں جو دینی اعتبار سے قابل اعتراض نہ ہو۔ امانت قرار دینے پر یہ اعتراض اٹھتا ہے کہ امانت سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ نیز مالک جب چاہے اپنی امانت واپس لے سکتا ہے جبکہ بینک سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور مالک کی حسب منشاء واپس بھی نہیں کرتا۔

قرض قرار دینے سے یہ قباحت پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح قرض اور بیع کا معاملہ جمع ہوجاتے ہیں کیونکہ کلائنٹ بینک کو یہ قرض اس شرط پر دیتا ہے کہ بینک اسے اجارہ کی سہولت فراہم کرے یہ منع ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوچکا ہے۔ مزید یہ کہ قرض کے بدلے حاصل ہونے والا ہر فائدہ سود ہے جبکہ یہاں ہمیشہ کرایہ سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم کو مدنظر رکھتے ہوئے مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم بینک کی فرمائش سے زائد ہو تو کرایہ کم رکھا جاتا ہے، یوں اس میں سود کا عنصر بھی شامل ہوجاتا ہے۔

سیکورٹی ڈپازٹ کو پیشگی کرایہ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ رقم وعدہ اجارہ کے موقع پر لی جاتی ہے جو کہ اسلامی بینکوں کے بقول معاہدہ نہیں ہے اور اجارہ قوانین کے مطابق پٹہ دہندہ کو پیشگی کرایہ کی وصولی کا حق معاہدہ اجارہ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہذا سیکورٹی ڈپازٹ کی رقم کو پیشگی کرایہ قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ اس سے اسلامی بینکوں کے اس موقف کی نفی ہوتی ہے کہ اجارہ کا حتمی معاہدہ مطلوبہ چیز کی خریداری کے بعد ہوتا ہے۔

کلائنٹ کو وکیل بنانا

کلائنٹ کو وکیل بنانے کا مطلب ہے کہ گویا بینک نے رقم دی اور

رقم ہی واپس لی اور اس پر طے شدہ منافع لیا، عملاً کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ چونکہ یہ تکنیک سودی لین دین کے ساتھ واضح مشابہت ومماثلت رکھتی ہے اور رفتہ رفتہ خالص سود کے رواج کا سبب بن سکتی ہے اس لئے یہ کسی صورت جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر رفیق یونس مصری لکھتے ہیں۔

غير أن امكان توكيل المصرف عميله بشراء المعدات و وعده بهبتها عند انتهاء مدة الاجارة تشم منهما رائحة الحيل فالعملية تمويل في حقيقتها واجارة و هبة في شكليتها۔

''علاوہ ازیں اثاثہ جات کی خریداری کے لئے بینک کا کلائنٹ کو وکیل بنانا اور مدت اجارہ کے اختتام پر ہبہ کا وعدہ ان دونوں سے (سودی) حیلے کی بو آتی ہے۔ کیونکہ یہ کارروائی حقیقت میں فنانسنگ ہے اور بظاہر اجارہ اور ہبہ ہے۔'' [المصارف الاسلامية ص ۳۷]

اتنی بات تو اسلامی بینکاری کے حامی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جب ممکن ہو تو بہتر یہی ہے کہ کلائنٹ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو خریداری کے لئے وکیل مقرر کیا جائے تا کہ سودی شبہ سے دور رہا جائے اور کارروائی میں مالیاتی ادارے کا بھی کوئی کردار واضح ہو۔

[المعايير الشرعية: ص ۱۳٦، ۱٤۷]

ہمارے خیال میں جب کلائنٹ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ایجنٹ مقرر کرنے کا بنیادی مقصد سودی شبہ سے بچنا اور لین دین میں بینک کا عملی کردار سامنے لانا ہے تو پھر اس کو صرف بہتر کے درجے میں رکھنا ہی کافی نہیں بلکہ واجب کہنا چاہیے، اور کلائنٹ کو وکیل بنانے کی تکنیک سختی سے مسترد کر دینی چاہیے کیونکہ سود کے معاملے میں شبہ سود کا حکم بھی شرعی طور پر حقیقی سود جیسا ہے۔ نیز اسلامی نظام معیشت کے خصائص، روائتی لیزنگ اور اسلامی اجارہ کے درمیان حقیقی فرق اجاگر کرنے اور سودی حیلوں کی روک تھام کیلئے بھی اس تکنیک پر مکمل پابندی بےحد ضروری ہے۔

شرح سود کو معیار بنانا:

مزید برآں اسلامی بینکوں کا اپنے منافع اور کرائے کے تعین کیلئے سودی فارمولے اور مروجہ شرح سود کو معیار بنانا بھی قابل اعتراض پہلو ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی بینکوں کے تائید کنندگان کا نقطۂ نظر نہایت کمزور ہے جس کی کوئی صاحب بصیرت حمایت نہیں کر سکتا۔ اس کے حق میں کوئی دلیل تو پیش نہیں کی جاتی البتہ ایک فرضی مثال بیان کر کے اس کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے وہ مثال یہ ہے۔

''زید اور خالد دو بھائی ہیں۔ زید لوگوں کو سود پر قرض دیتا ہے جبکہ خالد گارمنٹس کا کاروبار کرتا ہے۔ خالد یہ کہتا ہے کہ میں اپنے گارمنٹس کے کاروبار سے کم از کم اتنا منافع ضرور حاصل کروں گا جتنا میرا بھائی زید سود لیتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی اشیاء پر زید کی شرح سود کے مطابق نفع لے کر آگے فروخت کرتا ہے۔ اگر چہ خالد کے لئے ایسا کرنا پسندیدہ نہیں لیکن اگر وہ خرید وفروخت کی تمام شرائط پوری کر رہا ہے تو اس کے کاروبار کو محض اس لئے ناجائز نہیں کہا جائے گا کہ اس نے شرح سود کو معیار بنایا ہے۔ اسی طرح اگر روائتی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی شرح سود کے مطابق کرایہ لیں تو یہ ناجائز نہیں ہو گا۔'' [اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ ص ۱۳۱، ۱۳۲]

قطع نظر اس بحث سے کہ شریعت اسلامی کے مجموعی مزاج کے مطابق سود کے دلدادہ معاشرے میں منافع کو مروجہ شرح سود کے ساتھ منسلک کرنے کی کوئی گنجائش نکلتی ہے یا نہیں، یا ایک مستقل نظام کی صورت میں اس کے نفاذ سے استیصال سود کی کوششوں میں مدد ملے گی یا کہ ان کو دھچکا لگے گا، ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ خالد زید کی طرح مالیاتی ادارہ بنا کر مالی وسائل مہیا کرنے کا کام نہیں کرتا بلکہ گارمنٹس کی دکان کھولتا ہے جو واقعی تجارت ہے اور اس کا ارادہ بھی تجارت ہی ہے۔ اگر تجارت کی آڑ میں خالد بھی وہی کچھ کرنا شروع کر دے جو زید کر رہا تھا اور علماء اسے جائز قرار دیں تب تو اس استدلال میں کوئی معقولیت نظر آتی ہے لیکن سوائے اس کے کہ زید کی طرح خالد نے بھی اپنے منافع کا معیار شرح سود کو بنا لیا ہے دونوں کے کام اور طریق کار میں کوئی مناسبت نہیں۔ جب کہ یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ سودی بینکوں کی طرح اسلامی

بینک بھی مالیاتی ادارہ ہے جو اجارہ وغیرہ کے نام پر مالیات کی سہولت فراہم کر کے متعین منافع لیتا ہے، حقیقتاً اجارہ کا معاملہ نہیں کرتا۔ جس کی ایک واضح دلیل وہ معاہدہ ہے جو ابتدائی مرحلہ میں ماسٹر فنانسنگ اگریمنٹ ''اصولی معاہدہ برائے تمویل'' کے عنوان سے بینک اور کلائنٹ کے درمیان طے پاتا ہے۔ جب یہ سرمائے کی سہولت کا معاہدہ ہے تو اس میں مروجہ شرح سود کو معیار بنانا صرف ناپسندیدہ ہی نہیں حرام ہے۔

یہاں یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ خالد کا اپنے حلال منافع کیلئے شرح سود کو معیار بنانا ایک انفرادی عمل ہے۔ اگر خالص فقہی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی گنجائش نکلتی بھی ہو تو اس کو ایک مستقل نظام کی حیثیت دینا ہرگز درست نہ ہوگا کیونکہ بعض اوقات انفرادی عمل میں وہ خرابیاں نہیں پائی جاتیں جو اس کو ایک مستقل نظام کی صورت دینے سے رفتہ رفتہ اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح اسلامی بینک کا بکنگ کی تاریخ سے قبضہ (Delivery) تک کی درمیانی مدت یعنی Grace Period میں اس رقم پر حاصل ہونے والے متوقع سود کو اپنی لاگت میں شمار کرنا بھی غلط ہے۔ ہم روایتی لیزنگ کی قباحتوں میں بیان کر آئے ہیں کہ سودی بینک جس وقت رقم فراہم کرتا ہے اسی تاریخ سے کرایہ لینا شروع کر دیتا ہے خواہ کلائنٹ کو گاڑی چند ماہ بعد ملے۔ مروجہ اسلامی بینکوں کا طریق کار بھی یہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسلامی بینک اس کو علیحدہ وصول کرنے کی بجائے اپنے اخراجات میں شمار کر لیتا ہے۔ اگر صرف الگ لینے اور اخراجات میں شمار نہ کرنے کا مسئلہ ہے تو شاید سودی بینکوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔

اسلامی بینک اس عرصہ کا منافع (سود) کس اصول کے تحت اپنی لاگت میں شمار کرتے ہیں اسلامی بینکوں کے محققین کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے سوائے اس کے کہ چونکہ فریقین باہمی رضامندی سے کوئی بھی کرایہ مقرر کر سکتے ہیں اس لئے شرعاً بینک کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ دیگر اخراجات ساتھ (Grace Period Profit) کا اعتبار کرے۔ [اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ: ص۱۶۰]

لیکن سوال یہ ہے کہ کبھی عام اجارہ میں بھی ایسا ہوتا ہے یا نہیں یا خود آپ نے اجارہ کا معاملہ کرتے ہوئے کبھی یہ سوچا یا کیا ہے کہ چونکہ اس گاڑی کے پیسے میں نے تین ماہ قبل جمع کرائے تھے اور ان تین مہینوں میں مجھے اس رقم پر اتنا سود ملنا تھا اس لئے میں اپنے دیگر اخراجات کے ساتھ ان مہینوں کا سود شمار کر کے اتنا کرایہ لوں گا۔ اگر کسی وقت آپ یہ غلطی کر بھی بیٹھیں تو کلائنٹ دوٹوک الفاظ میں کہے گا کہ مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ جب عام اجارہ میں ایسا نہیں ہے تو آخر آپ اسلامی بینکوں کو یہ پروانہ دینے پر اصرار کیوں کر رہے ہیں۔؟

نتیجہ بحث:

مذکورہ بالا تحقیق وتفصیل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ اسلامی اجارہ کے اصولوں کی بجائے سودی بینکوں میں رائج لیزنگ کے تصور پر قائم ہے جس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ مجوزین کی تمام توجیہات وتاویلات حقیقت سے بعید اور خلاف شریعت ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا

بایں ہمہ مروجہ اسلامی بینکوں کے وکیل اور ترجمان اس بات پر مصر ہیں کہ ہم نے روائتی لیز میں پائی جانے والی خرابیاں دور کر دی ہیں اور ہماری اجارہ مصنوعات اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔ جو علماء نکتہ چینی کر رہے ہیں وہ اصل میں بینکنگ سے ناواقف ہیں۔ بینک کا طریق کار کیا ہوتا ہے یہ ناقدین اس معاملے میں بالکل بے علم ہیں لہذا ان کی تنقید معتبر نہیں۔ حالانکہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ مروجہ اسلامی بینکاری کے بارے میں جتنی زیادہ آگاہی حاصل کی جائے اتنی ہی زیادہ اس کی قباحتیں آشکارا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ اسلامی بینک شرعی اصطلاحات مضاربہ، مرابحہ، اجارہ، اور مشارکہ وغیرہ استعمال کرتے ہیں جس سے ان کے معاملات سرسری نظر میں جائز معلوم ہوتے ہیں لیکن جب ذرا تعمق نگاہی جائزہ لیا جاتا ہے تو ان کے نقائص کھل کر سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنے کی بجائے یوں کہنا چاہیے کہ جو حضرات مروجہ اسلامی بینکوں کے حامی ہیں ان کی اسلامی بینکوں کے معاملات پر گہری نظر نہیں ہے اس لئے یہ ان کی حمایت کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اسلامی بینکوں کے معاملات کا باریک بینی سے جائزہ لیا ہوتا تو انہیں کبھی جائز قرار نہ دیتے۔

نقطۂ نظر

قادیانیوں کودعوتِ فکر

عطامحمد جنجوعہ

امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ جو دجال کے خلاف جہاد کریں گے اس عرصہ کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا جو دجال کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ظلم وبربریت کے دور کا خاتمہ ہوجائے گا اور عدل وانصاف کی حکمرانی قائم ہوگی۔

مرزاغلام احمد قادیانی کے دور میں دجال تو نہیں آیا البتہ دجال کے وہ چیلے ضرور آئے جنہوں نے خلافت عثمانیہ کوسبوتاژ کیا اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا۔جن پر وہ خود قابض ہوگئے۔مرزا کے آبائی وطن ہندوستان پر برطانیہ نے تسلط جمایا تو جماعت مجاہدین نے گوریلا کارروائیاں کرکے گوروں کی نیند حرام کردی۔تاریخ کے اس دور میں مرزا قادیانی نے گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت کوفرض قراردیا۔

''سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔'' [شہادت القرآن، ص:۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۶،ص:۳۸۰۔ازمرزا قادیانی]

جب کہ مرزا صاحب نے طاغوتی قوتوں کے خلاف مزاحمت کرنے کوحرام قراردیا ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور جدال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

[تحفہ گولڑویہ ضمیمہ،ص:۴۲،مندرجہ روحانی خزائن،ج:۱۷،ص:۷۷،ازمرزا قادیانی]

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی کے حکم پر اُس کے چیلوں نے اسلحہ کا زیور اتار کر انگریزوں کی غلامی کا طوق پہن لیا۔جب کہ امت محمدیہ کے نزدیک امام مہدی آخرالزماں کے جہادی دور میں مسلمانوں کوغلبہ نصیب ہوگا۔

دین اسلام میں طاغوتی قوتوں کے خلاف قیامت تک جہادفرض عین ہے۔امت محمدیہ اس پرعمل کررہی ہے اور کرتی رہے گی۔ان شاء اللہ

مرزا قادیانی اپنی تحریر کی روشنی میں مہدی آخرالزماں ہرگزنہیں مرزانے اپنے بارے دعویٰ کیا:

''میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور اُس نور میں پودہ لگایا گیا ہے جس نور کا وارث مہدی آخرالزماں چاہیے تھا۔''

[مجموعہ اشتہارات،ج:۳،ص:۲۷۸ازمرزا قادیانی]

مرزا قادیانی نے اپنے آخری مجدد ہونے کے دعویٰ کی تائید میں قول نقل کیا۔ یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں۔یہود ونصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے پہلے دعویٰ کیا۔ [حقیقۃ الوحی،ص:۱۹۳، مندرجہ روحانی خزائن،ج:۲۲،ص:۲۰۱ازمرزا قادیانی]

مرزا قادیانی نے چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔وہ صدی اختتام پذیر ہوگئی اور پندرھویں صدی ہجری کا تہائی سے زائد حصہ گزرگیا۔مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء بمطابق ۱۳۲۶ھ میں فوت

ہوا۔ مرزا کی موت کو بھی ایک صدی سے زائد عرصہ بیت گیا۔ چناں چہ مرزا کے اپنے تائیدی بیان کی روشنی میں ہر صدی کے دوران ایک مجدد ناگزیر ہوتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لیے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لیے دین کو تازہ کرے گا۔'' [حقیقۃ الوحی، ص:۱۹۳، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۲۰۰، از مرزا قادیانی]

جب مرزا کے قول کی رو سے ہر صدی کے اختتام پر مجدد آئے گا تو پھر پندرھویں صدی ہجری میں ضرور مجدد آئے گا۔ چناں چہ مرزا قادیانی اپنے مذکورہ بیانات کی روشنی میں آخری مجدد ہرگز نہ ہوئے۔ جب وہ آخری مجدد نہ ہوئے تو وہ مہدی آخر الزماں اور مسیح موعود کے دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوئے۔ مرزا نے کذب بیانی کے بارے خود اظہارِ خیال کیا:

''جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔'' [ضمیمہ تحفیہ گولڑویہ، ص:۲۰، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۷، ص:۵۶]

قادیانی امت کو دعوتِ فکر ہے کہ وہ صد سالہ جشن منانے کی بجائے ربّ کے دربار میں دعا مانگیں کہ یا اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ جب آپ حق کے متلاشی بن کر عقیدۂ ختم نبوت کی مطبوعہ کتب اور مرزا کی تحریروں کا تقابلی مطالعہ کریں گے تو مرزا کی تحریروں میں جگہ جگہ تناقض اور تضاد پائیں گے۔ تو یقیناً ربّ کی نصرت سے مرزائیت سے تائب ہو جاؤ گے اور خاتم النبیین ﷺ کے پرچم تلے آ کر سکون قلب حاصل کرو گے۔ ان شاء اللہ

❀❀............❀............❀❀

یادِ رفتگاں

باباجی علیم ناصری کی یادیں!

محمد سلیم چنیوٹی

ہمارے بڑے ہی پیارے باباجی جناب علم الدین علیم ناصری ۲۰۰۵ء کے اختتام یعنی ہفتہ ۳۱ دسمبر بمطابق ۲۸ ذی قعد ۱۴۲۶ھ کی رات آٹھ بجے سروسز ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہٗ وارحمہٗ وعافہ واعف عنہٗ۔

مرحوم باباجی شفیق وخلیق، ذہین وفطین، ملن سار وخوش خصال وعظیم انسان تھے۔ ان کی چھیاسی برسوں پہ محیط بھرپور زندگی علم وعمل، تعلیم وتعلّم میں گزری۔

راقم ۱۹۹۰ء کے مارچ میں موصوف سے متعارف ہوا تھا۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کی بلڈنگ میں اُن دنوں ''دارالایتام'' کے نام سے ایک ادارہ کام کرتا تھا۔ اس وقت ہفت روزہ الاعتصام اور سلفیہ لائبریری کے عملے میں باباجی علیم ناصری، مولانا محمد سلیمان انصاری رحمہ اللہ، حضرت قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ، اور مکرم ومحترم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رونق افروز ہوتے تھے۔

چنیوٹ میں میری کریانے کی دکان تھی، یہ دکان چھوڑ کر میں نے لاہور دارالایتام میں کام شروع کیا۔ دارالایتام کا باقاعدہ آڈٹ ہوتا تھا۔ میں نے جب پہلی ششماہی کا حساب تیار کیا تو وہ اکاؤنٹنگ کے قواعد وضوابط کے مطابق نہ تھا۔ دارالدعوۃ السّلفیہ اور دارالایتام کے ناظم مالیات محترم میاں عبدالمعید مرحوم مالواڈا رحمہ اللہ بڑے شفیق وخلیق انسان تھے۔ یہ حسابات لے کر میں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میاں صاحب اپنے گھر واقع اسد جان روڈ لاہور کینٹ میں تشریف فرما تھے، مجھے بیٹھنے کو کہا اور حسابات دیکھتے ہی فرمانے لگے، بھئی یہ کیا ہے؟

یہ کیا ہے؟ میں نے سنا تو میں پریشان ہوگیا۔ حساب چوں کہ قاعدے کے مطابق نہ لکھا گیا تھا۔ میاں صاحب فرمانے لگے! پہلے حساب بنانا سیکھو، پھر اس کام کی ذمہ داری قبول کرو، میں اُن کے گھر سے سیدھا دفتر الاعتصام پہنچا اور پریشان تھا کہ دفتر الاعتصام میں تشریف فرما، حضرت قاری نعیم الحق نعیم (رحمہ اللہ) نے میرے چہرے پہ پریشانی کے آثار دیکھے اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ میں نے ساری بات بتا دی۔ اب حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جناب علیم ناصری صاحب کو اپنا حساب وغیرہ دکھاؤ اور ان سے مشورہ کر کے اسے دوبارہ تیار کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا حساب صحیح ہوجائے گا۔

حضرتِ قاری صاحب کے ڈھارس بندھانے کے بعد میں نے جناب علیم ناصری صاحب کو حساب دکھایا تو حضرت ناصری صاحب مسکرانے لگے اور ناصحانہ طور پر فرمانے لگے، کریانے کے حساب اور دفتری حساب میں فرق ہوتا ہے۔ حساب تو حساب ہی ہوتا ہے، بس لکھنے کے انداز الگ الگ ہیں۔

اب ناصری صاحب نے بڑے آسان طریقے سے مجھے اس حساب کو لکھنے کا طریقہ سکھایا۔ میں نے اب دوبارہ اس حساب کو تیار کیا تو میاں عبدالمعید صاحب بھی مطمئن ہوگئے اور میری حسابی رپورٹ بھی درست قرار دی گئی۔ الحمد للہ علی ذلك

دفتر الاعتصام میں بڑی رونق رہتی تھی، علمی وادبی شخصیات اور دفتری امور کے متعلق لوگ یہاں آتے رہتے تھے۔ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اور قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ دارالدعوۃ السّلفیہ کی تیسری منزل پر قائم سلفیہ لائبریری میں اور جناب ناصری صاحب اور مولانا محمد سلیمان انصاری مرحوم الاعتصام کے دفتر میں تشریف فرما ہوتے تھے۔

راقم اسی حوالے سے خود کو خوش نصیب سمجھتا ہے کہ ان عظیم

شخصیات کی مجھ جیسے نو آموز کو تربیت وشفقت میسر آئی اور ان نابغہ روزگار ہستیوں کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔

جناب علیم ناصری جماعتی حلقوں میں تو معروف تھے ہی، مگر قومی سطح پر بھی اہل علم وادب میں بھی انہیں ایک بلند مقام حاصل تھا۔ ریڈیو پاکستان کے پروگرام ''روشنی'' میں ایک عرصے تک ان کی تقاریر نشر ہوتی رہیں۔ پنجاب یونیورسٹی اور دیگر قومی نعتیہ مشاعروں میں ان کو مدعو کیا جاتا۔ شاہنامہ بالا کوٹ میں انہوں نے پندرہ ہزار اشعار پر مشتمل شاہنامہ بالاکوٹ لکھ کر سیدین شہیدین رحمہما اللہ سے اپنی محبت اور ان کی تحریک سے عقیدت کا اظہار کیا۔ نیز شعراء وادباء میں علمی اور فنی شہرت بھی حاصل کی۔

جناب علیم ناصری رحمہ اللہ کے ساتھ وقت کے بڑے بڑے شعراء محبت وعقیدت سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ جماعت اہل حدیث کے معروف شاعر مولانا عبدالرحمٰن عاجز رحمہ اللہ (متوفی ۳/مارچ ۱۹۹۹ء) دفتر الاعتصام میں تشریف لائے۔ بفضلہ تعالیٰ راقم کو ان کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا عاجز مرحوم نہایت سادہ مزاج، سادہ لباس اور پرانی وضع وقطع کے بزرگ تھے۔ الاعتصام کے علاوہ جماعتی رسائل وجرائد میں ان کا کلام ان کی وفات کے بعد تک بھی طبع ہوتا رہا۔ فکر آخرت، عالم برزخ، ذکر موت پر ان کی شاعری کا موضوع ہوتا تھا۔

ذکر ہو رہا تھا مولانا عاجز مرحوم کی دفتر الاعتصام آمد کا، تو مولانا نے کپڑے کے پرانے سے تھیلے سے ایک قیمتی خوب صورت سیاہی والا قلم نکالا اور جناب علیم صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا اور ایک رقعہ اپنے ہاتھ سے لکھا کہ میری اب تک کی تمام تصنیفات نعمانی کتب خانہ لاہور سے منگوالیں۔ یاد رہے کہ مولانا عاجز مرحوم چھ ماہ مکہ مکرمہ گزارتے تھے اور چھ ماہ فیصل آباد رہتے تھے۔ رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد، انہی کا مکتبہ تھا۔

مولانا عاجز فرمانے لگے کہ جس سے للہ محبت ہو تو اس کو آگاہ بھی کر دینا چاہیے، ناصری صاحب! مجھے آپ سے للہ محبت ہے اور میں آپ کو اس سے آگاہ کر رہا ہوں اور محبت کو بڑھانے کے لیے تحفہ دے رہا ہوں، قبول فرمائیے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق مرحوم دفتر الاعتصام تشریف لائے۔ دفتر کا دروازہ گزرتے ہی مجھے فرمانے لگے او بیٹا! علیم ناصری صاحب دفتر میں ہیں؟ میں نے مولانا کو بیٹھنے کی درخواست کی اور کرسی ان کے قریب کی اور ان سے کہا کہ تشریف رکھیے، ابھی ناصری صاحب یہیں ہوں گے۔ مولانا خلیق مرحوم خود بھی شاعر اور ادیب تھے۔ خطابت بھی فرماتے تھے۔ وہ ذرا اونچا سنتے تھے۔ انہوں نے دوبارہ اونچی آواز سے پوچھا، میں نے ناصری صاحب کا پوچھا ہے اور تم مجھے کرسی پر بٹھا رہے ہو! اتنے میں جناب ناصری صاحب کاتب صاحب کے کمرے سے نکل کر دفتر میں داخل ہوئے۔ دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے بازو کھول دیے اور بغل گیر ہو گئے اور علمی وادبی محفل جما کر ہم نو آموزوں کو محظوظ کرنے لگے۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی رحمہ اللہ علمی وسیاسی حلقوں میں بڑے معروف اور قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ ہمدرد کے اجلاسوں میں شرکت کے لیے موصوف لاہور آتے رہتے تھے۔ لاہور میں رات کا قیام اکثر دارالدعوۃ السلفیہ کی لائبریری میں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ رات کو دفتر تشریف لائے۔ راقم نے سوہدروی کے لیے بستر بچھا دیا۔ بڑی دعائیں دینے لگے اور علامہ اقبال رحمہ اللہ اور مرزا غالب کے شعر اس رفتار سے سنانے لگے کہ گویا یہ اقبال اور غالب کے شعروں کے حافظ ہیں۔ فرمانے لگے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ میرے بڑے بھائی تھے۔ میں لاہور جب بھی آتا ہوں، مجھے میرے بھائی کی محبت دارالدعوۃ السلفیہ کھینچ لاتی ہے۔ سلفیہ لائبریری سے مجھے میرے بھائی کی خوشبو آتی ہے۔ میرا بستر لائبریری میں بچھا دو، میں تعمیل ارشاد کرتے ہوئے بستر لائبریری میں لے گیا۔ فرمانے لگے، بیٹا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے بتایا کہ میرا تعلق چنیوٹ سے ہے تو انہوں نے چنیوٹ کا بڑے اچھے لفظوں میں تذکرہ فرمایا اور چنیوٹ کے متعلق شعر بھی سنائے۔ ان کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ میں نے خدمت کا پوچھا تو فرمانے لگے صرف ایک پاؤ دودھ کڑاہی والا منگوا دو! اور بس۔ فرمانے لگے، میں سونے سے قبل یہ

دودھ اس لیے پیتا ہوں کہ نیند اچھی آ جاتی ہے۔

رات کے قیام کے بعد صبح بیدار ہوئے اور مجھے فرمانے لگے بیٹا! علم ناصری کب تک دفتر آئیں گے؟ میں نے کہا، نو بجے تک ان شاء اللہ آ ہی جائیں گے۔ چناں چہ جناب بابا جی ناصری صاحب تشریف لائے اور دونوں شعرائے کرام میں خوب باتیں ہوئیں اور دیگر رفقائے کار ان کی باتوں سے خوب محظوظ ہوئے۔ وفات سے چند دن قبل جناب نسیم صاحب مرحوم نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ میرے بھائی کے بیٹے حافظ احمد شاکر صاحب پڑھائیں۔ لہٰذا ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۵ء کو ان کی وفات ہوئی، وصیت کے مطابق نماز جنازہ محترم حافظ احمد شاکر نے پڑھائی۔

جناب پروفیسر خالد بزمی مرحوم بھی جناب ناصری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں بزمی صاحب ایم اے او کالج میں پروفیسر ہوا کرتے تھے۔

مولانا ہارون الرشید ارشد صاحب بارہا دفعہ دفتر الاعتصام میں تشریف لائے۔ یہ بڑی فاضل شخصیت ہیں۔ اردو، عربی وفارسی کے ماہر ہیں۔ جناب ناصری ؒ کی محبت انہیں دفتر الاعتصام کھینچ لاتی تھی۔ پھر علم وادب کے پھول بڑی دیر تک جھڑتے رہتے تھے۔ جناب علیم ناصری اور ہمارے نہایت ہی پیارے مخدوم گرامی مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ میں بڑی بے تکلفی تھی۔ ان کی یادگار ملاقاتیں اور شگوفے ہمارے دلوں کو اطمینان اور آنکھوں کو تازندگی ٹھنڈک پہنچاتے رہیں گے۔

بابا جی علیم ناصری ؒ بڑے مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ ان کے قلم سے تمام اصناف کے شعر نکلے۔ حمدیہ، نعتیہ، مثنوی، رباعی، نظم، غزل، رزمیہ شاعری وغیرہ پر گوہر افشانی فرماتے تھے۔ اہل حدیث کی مسلکی، تبلیغی، تحریکی تگ وتاز میں ان کا ایک بڑا حصہ ہے۔ بڑے بڑے علماء، شیوخ الحدیث، خطباء کی وفات یا ناگہانی حادثات وواقعات کے مواقع پر ان کے قلم نے شعروں میں اپنے دکھ کا اظہار کیا ہے۔

گزشتہ چند برسوں سے الاعتصام کے دفتر میں باقاعدگی سے آنے میں ان کی بزرگی وکمزوری حائل ہوگئی تھی۔ مگر مہینے میں دو دفعہ دفتر میں آنے کے لیے ان کا دل مچلتا تھا اور ہمیں اپنی زیارت سے نوازتے تھے۔ اس کے علاوہ شعر وادب کے سلسلے میں اور دیگر ادبی امور میں اُن سے فون پر رابطہ رہتا تھا۔ گھر بیٹھے بھی بابا جی ہمارے لیے سراپا شفقت تھے۔ جب بھی راقم نے انھیں فون کیا میرے احوال پوچھنے کے علاوہ میرے بچوں کا بھی ضرور حال پوچھتے اوردعائیں دیتے تھے۔ دیگر احبابِ دفتر کا فرداً فرداً پوچھتے۔

دفتر الاعتصام میں جب تک باقاعدہ آتے رہے بائیسکل ہی استعمال کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے، سائیکل چلاتے چلاتے راستے میں شعروں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور سڑک کی ایک طرف سائیکل کھڑا کرکے شعر نوٹ کرلیتا ہوں۔ ''شاہنامہ بالاکوٹ'' کا اکثر حصہ سائیکل کے سفر پر ہی مکمل کیا۔ ان کے شعروں میں سوز وگداز بھی ہے، شاہنامہ بالاکوٹ میں شہدائے کرام جناب سیدین شہیدین ؒ اور اُن کے ساتھیوں کے ایمان افروز واقعات واحوال بھی ہیں۔ بعض شعر پڑھتے ہوئے اہل دل کی آنکھیں آنسو برسانا شروع کردیتی ہیں۔ دیگر رسائل وجرائد میں حالاتِ حاضرہ پر ان کے شعر عین حالات کی تصویر کشی معلوم ہوتے تھے۔

جغرافیے سے انہیں بڑی دلچسپی رہی۔ دفتر الاعتصام میں ان کی میز پر شیشے کے نیچے (World Map) دنیا کا نقشہ ہوتا تھا۔ شیشے کی ایک طرف پاکستان کا الگ نقشہ ہوتا تھا۔ الاعتصام کے بعض خریدار حضرات خط وکتابت کے وقت اپنے علاقے کا صرف مقام ہی لکھ دیتے اور اپنا ضلع کم ہی لکھتے۔ جب بھی بغیر ضلعے کا لکھا خط آتا تو راقم علیم صاحب سے دریافت کرتا کہ فلاں مقام کا کون سا ضلع ہوگا؟ بابا جی فوراً نقشے کو دیکھے بغیر ہی فرماتے کہ اس مقام کا یہ ضلع ہے۔

اخبارات میں واقعات وحوادث کی خبریں آتی ہیں۔ بعض دفعہ ایسے علاقوں کی بھی خبریں آتیں کہ ہمیں نقشے کے ذریعے سمجھاتے کہ یہ واقعہ اس علاقے میں ہوا ہے۔ بابا جی نے جنگ عظیم میں بھی حصہ لیا تھا۔ جاپان کا سفر بھی اسی جنگ کے دوران کیا اور کشمیر کے محاذ پر بھی لڑائی میں حصہ لیا۔ فوج میں باقاعدہ ملازمت کرتے تھے۔ محکمہ صحت میں بھی

ملازمت کی۔ پھر ادبی دنیا میں آ گئے۔ جماعتی جریدے ''اہل حدیث'' کے نائب مدیر رہے اور اس کے بعد ہفت روزہ الاعتصام کی مجلس ادارت کے اہم رکن بنے۔

بابا جی سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ دفتری امور کی انجام دہی میں بابا جی نے بڑا ساتھ دیا۔ جماعتی خبریں اور مضمون نویسی کے طریقے بڑے آسان طریقے سے سمجھاتے تھے۔ ان کی طبیعت میں کبھی ترشی نہ دیکھی گئی۔ نکتہ بیاں اور نکتہ آفریں شخصیت کے مالک تھے۔ بات کرتے کرتے دلچسپی کا سامان پیدا کر دیتے تھے۔ ان کی بڑی بڑی لطیف وشگفتہ باتیں ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔

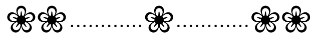
بابا جی کی ہنستی اور مسکراتی صوت تا زندگی ہمارے پیش نگاہ رہے گی۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری ہے مگر ان کے گزر جانے سے ہمارے دل اُداس ہیں اور ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔

ہمارے بابا جی کی یادگار ان کے صاحبزادے ہیں۔ جناب خالد علیم ایک فاضل وادیب شخصیت ہیں۔ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

بابا جی کی یادگار کتب میں پندرہ ہزار اشعار پر مشتمل شاہنامہ بالا کوٹ، صدارتی ایوارڈ یافتہ نعتیہ مجموعہ ''طلع البدر علینا''، بدر نامہ، متاع دیدہ ودل زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ جماعتی رسائل وجرائد .....ہفت روزہ الاعتصام ،ہفت روزہ اہل حدیث ،ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث ،ہفت روزہ غزوہ...... کے علاوہ قومی اخبارات انصاف، روزنامہ جرأت وغیرہ میں حالاتِ حاضرہ پر ان کے قطعات شائع ہوتے تھے۔

دعا ہے اللہ کریم اپنے اس بندے کی بال بال مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں رکھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



ممتاز مصنف، شاعر اور ادیب عبدالعزیز خالد انتقال کر گئے

ملک کے ممتاز مصنف، دانشور اور عظیم شاعر جناب عبدالعزیز خالد ۲۸ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعرات وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ملک کے پڑھے لکھے طبقے میں مشہور ومعروف شخصیت تھے۔ دینی ودنیاوی علوم کے شناور، شاعر ہفت رنگ، منجھے ہوئے ادیب اور پچاس سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ ۱۹۲۷ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان آ گئے اور اردو، عربی وفارسی ادب میں بڑا نام پیدا کیا۔ شاعری اور ادب میں انہوں نے اسلامی موضوعات پر زیادہ لکھا ہے۔ ملک کے بیشتر رسائل وجرائد میں ان کے منظومات، نعتیہ وحمدیہ کلام شائع ہوتے رہے ہیں۔ قرآنِ کریم کا منظوم ترجمہ بھی کیا۔

آج سے آٹھ سال قبل دارالدعوۃ السلفیہ میں جناب علیم ناصری ؒ کی کتاب ''شاہنامہ بالاکوٹ'' کی جب تقریب منعقد ہوئی تو شدید کمزور ہونے کے باوجود جناب علیم ناصری ؒ سے محبت کی خاطر تقریب میں شریک ہوئے اور ایک عمدہ خطاب فرمایا۔ ہفت روزہ الاعتصام میں اپنا کلام بھیجتے تھے۔ ادارہ الاعتصام اسے شائع کرتا رہا۔

گزشتہ چند برسوں سے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اپنے گھر ہی میں رہتے تھے کسی تقریب یا جلسہ وغیرہ میں نہیں جاتے تھے۔ گزشتہ دنوں کمزوری وعلالت کے باعث گھر میں گر گئے اور کمر میں چوٹ لگنے سے صاحب فراش ہو گئے تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۸۳ برس تھی۔

انہوں نے پس ماندگان میں بیوہ، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا عمران خالد سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ انہیں مغفرت وبلندیٔ درجات سے نوازے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

ادارہ الاعتصام مرحوم کے پس ماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور مرحوم کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

موسیقی، اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں

مصنف: ڈاکٹر گوہر مشتاق
ضخامت: ۱۹۶ صفحات
قیمت: ۱۴۰
تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

یہ کتاب کیا ہے؟ اسے مصنف کے اپنے الفاظ میں سنیے:

''یہ کتاب سوسائٹی میں مروّج ایک برائی کو روکنے کی ادنی سی کاوش ہے۔ اس کتاب کا پہلا حصہ موسیقی کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے متعلق ہے۔ دوسرے حصے میں سائنسی تحقیقات کی روشنی میں انسانی جسم پر اثرات پر بحث کی گئی ہے۔ تیسرے حصے میں عمرانی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں موسیقی کے معاشرے پر اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں موسیقی کے مسئلے میں لوگوں کے عام اعتراضات کے فقہ اسلامی کی روشنی میں جوابات پیش کیے گئے ہیں اور کتاب کا آخری حصہ ایسے لوگوں کی زندگیوں کے متعلق ہے جو موسیقی اور گانے بجانے کے میدان میں امامت کے مقام پر فائز تھے۔ لیکن انہوں نے اللہ کے حضور توبہ کی تو پھر پوری دنیا کے لیے ہدایت کے امام بن گئے۔''

اور اب کتاب کے بارے میں چند اہم شخصیات کے تاثرات:

شیخ فرید فراز ربانی (یہ صاحب والدہ کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی اولاد سے ہیں) اس کتاب کے سلسلے میں جو کلمات تحسین لکھے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ''یہ کتاب حضور ﷺ کے آلاتِ موسیقی کو حرام قرار دینے کے حکم کی حکمت کے متعلق ایک قوی یاد دہانی ہے۔''

شیخ عبدالرحیم گرین (برطانیہ کے نومسلم جید عالم اور مبلغ) نے اپنے ابتدائی کلمات میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

''اس کے اندر قرآن اور حدیث اور مختلف مکاتب فکر اور مذاہب فقہ کے علماء کی طرف سے دلائل موجود ہیں اور جو شخص بھی اللہ کے احکامات کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اور اس کی نافرمانی سے دور رہنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ کافی ہیں۔''

کیلیفورنیا (امریکہ) کی مسجد کے ایک امام اور عالم اسلام امام طاہر انور نے اپنے تاثرات یوں رقم کیے ہیں:

''بہت سے لوگ اس بات کا اندازہ نہیں کرتے کہ موسیقی کے سننے والے پر بہت سے منفی معاشرتی اور اخلاقی اثرات مرتب ہوتے ہیں جو بذات خود منشیات، جنسی بے راہ روی اور خودکشی کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں کسی قوم اور معاشرے کے زوال کا سبب بنتی ہیں۔ موسیقی کو کئی قوموں اور گروہوں کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور ان تمام امور کے متعلق تحقیق کو اس کتاب میں نہایت خوب صورت انداز میں سمودیا گیا ہے۔''

ان نابغہ علماء کے تاثرات و آراء کی موجودگی میں کتاب کے متعلق ہمارا کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ ہماری طرف سے علامہ اقبال کا ایک شعر ہی کافی ہے۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل ، طاؤس و رباب آخر

سہ ماہی مجلّہ بحر العلوم

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص (سندھ) پاکستان کے طلباء کا ترجمان سہ ماہی مجلّہ بحر العلوم (۲۰۰۹ء) پیش نظر ہے۔ اس مجلّہ کے مدیر جناب افتخار احمد تاج الدین الازہری اور نائب مدیر الشیخ عبداللہ سلیم جونیجو ہیں۔ جامعہ بحر العلوم السّلفیہ کا سنگ بنیاد اپریل ۱۹۸۲ء میں رکھا گیا اور اس میں تعلیم کا آغاز ٹھیک ایک سال بعد ۱۹۸۳ء میں کیا گیا۔ اس

جامعہ میں درس نظامی مکمل پڑھایا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حفظ قرآنِ پاک اور تجوید وقرأت سکھانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

۲۰۰۳ء میں مجلّہ ''بحر العلوم'' کا آغاز ہوا۔ ۲۰۰۹ء تک یعنی چھ سال کے مختصر سے عرصے میں جامعہ دس خاص نمبر (بشمول جامعہ بحر العلوم نمبر) شائع کر چکا ہے۔ عام حالات میں کسی مجلّے کا خاص نمبر نکالنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کام کے لیے جس محنت اور عرق ریزی کی ضرورت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس راہ کے راہ رو ہوں۔ چھ سال کے مختصر سے عرصے میں دس نمبر نکالنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس جامعہ کے اساتذہ اور طالب علم انتہائی محنتی لوگ ہیں۔

اس نمبر میں دینی مدارس اور جامعہ بحر العلوم کا تاریخی پس منظر، جامعہ کے اساتذہ کا تعارف، قراء اور سند فراغت حاصل کرنے والوں کی فہارس، جامعہ کی سالانہ چودہ تقاریب بخاری شریف کی روئیداد اس نمبر کی جان ہیں۔ اس کے علاوہ جناب عبدالرشید عراقی صاحب، مولانا محمد سلیمان انصاری ؒ، مولانا عبدالعظیم انصاری ؒ کے رشحات قلم اس شمارے کا حصہ ہیں۔ ان سب مضامین کی روشنی میں اس نمبر کو ''جامعہ کی تاریخی دستاویز'' قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

یہ نمبر جامعہ کے اندرونی وبیرونی مناظر، لائبریری، جامعہ کے شیخ الحدیث کے دفتر، دارالاقامہ، تدریسی حصے اور ڈائننگ ہال کی تصاویر سے بھی مزین ہے۔ ان تصاویر سے اندازہ ہوتا ہے کہ جامعہ کی عمارت نہایت خوب صورت اور عظیم الشان ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ جامعہ اندرونِ سندھ کے پسماندہ علاقے میں شرک وبدعت کی تاریکیوں میں مینارۂ نور ثابت ہوگا اور یہ نمبر جامعہ کی تاریخی دستاویز کے طور پر محفوظ رکھا جائے گا۔

تربیت نسواں

مصنفہ: **نعمت صدقی** **مترجم:** **محمد خالد سیف**
ضخامت: **۱۵۲ صفحات**
ناشر: **طارق اکیڈمی، بلیمی چوک۔ فیصل آباد**
قیمت: **درج نہیں**
تبصرہ نگار: **ملک عصمت اللہ قلعوی**

زیر تبصرہ کتاب ایک مصری خاتون نعمت صدقی کی کتاب ''التبرج'' کا اردو ترجمہ ہے۔ مصنفہ نے مسلم خواتین خصوصاً مصری خواتین کے فحاشی، عریانی اور مغربی تہذیب میں ڈوبنے کے ہولناک مناظر بچشم سر دیکھے تو ان کے اندر غصے اور غیرت کے جذبات بھڑک اٹھے۔ انہوں نے اپنی اس اندرونی کیفیت کا اظہار یوں فرمایا ہے:

''میں نے جب عورت کے اظہار جمال کی مختلف صورتوں، آدمیوں کے اظہار تحسین اور ان دونوں کی حیا اور عفت سے تہی دامنی کا اس منحوس دور میں مشاہدہ کیا تو نہایت ہولناک مناظر دیکھ کر میرے غم وغصے کا آتش فشاں پھٹ پڑا۔ یہ الفاظ نہیں جنہیں صفحہ قرطاس پر بکھیر رہی ہوں بلکہ یہ تو غم وغصہ کی آگ میں سلگتے ہوئے شرارے ہیں۔''

مصنفہ نے کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے اپنے ان الفاظ کو ''سلگتے شرارے'' لکھا ہے۔ حالاں کہ ان کے یہ الفاظ ''سلگتے شرارے'' نہیں بلکہ دہکتے ہوئے انگارے ہیں۔ اسلامی پردہ کا دفاع کرتے ہوئے ان کا لہجہ قدرے سخت ہوگیا ہے اور وہ اس کے لیے کسی سے معذرت خواہ نہیں بلکہ اس کا جواز بیان کرتے ہوئے وہ کہتی ہیں:

''تعجب ہے کہ میں چور کو چور کہنے سے تو حیا کروں لیکن وہ چوری سے حیا نہ کرے اور اسے چور کہا جائے تو وہ ناراض ہو؟''

مصنفہ اسلامی پردہ کے دفاع اور مغربی تہذیب کی تردید وتنقیص کے لیے قلمی جہاد کے میدان میں، عورت ہونے کے باوجود مردانہ وار مقابلہ کر رہی ہیں۔ انہوں نے مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اس لیے ان کے مشاہدہ میں گہرائی، ان کے بیان میں قوت اور تحریر میں بے ساختگی مگر قدرے بے باکی نظر آتی ہے جسے مصنفہ حیا باختہ مغربی تہذیب کے پیروکاروں سے مخاطب ہونے کے لیے ضروری خیال کرتی ہیں۔

اس کتاب کا ترجمہ محمد خالد سیف صاحب (ریسرچ فیلو، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد) نے کیا ہے، جنہوں نے کتاب کے ترجمہ میں ''ترجمہ پن'' پیدا نہیں ہونے دیا بلکہ خوب صورت الفاظ کے چناؤ سے مصنفہ کے جذبات واحساسات کو مزید جلا بخش دی ہے۔

کتاب کے آخر میں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ؒ کے اس موضوع پر ایک نہایت وقیع مقالہ ''رسالۃ تبحث فی مسائل الحجاب السفور'' کا اردو ترجمہ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے جس سے کتاب کی

افادیت دو چند ہوگئی ہے۔

یہ کتاب خود پڑھیے، اپنے اہل وعیال اور بہو بیٹیوں کو پڑھائیے تاکہ وہ اپنے آپ کو مغربی تہذیب کے بداثرات سے محفوظ رکھ سکیں۔ دینی مدارس کی بچیوں کے لیے یہ ایک عظیم تحفہ ہے۔ انہیں بھی پڑھائیں تاکہ ان کے اذہان مغربی تہذیب اور اس نتیجے میں پیدا ہونے والی آوارگی کی طرف مائل نہ ہوسکیں۔ اسے لائبریریوں کی زینت بھی بننا چاہیے تاکہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکیں۔

رشوت ایک معاشرتی ناسور

تالیف: عبداللہ بن عبدالمحسن الطریقی
ترجمہ: مولانا نصیر احمد ملیؒ
ضخامت: ۲۷۰ صفحات
قیمت: درج نہیں
ناشر: محمد سرور عاصم، مکتبہ اسلامیہ رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب رشوت کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ رشوت کا معنی یہ ہے کہ ''رشوت وہ مال ہے جو حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے دیا جائے۔'' [عون المعبود شرح سنن ابوداود، ج:۹،ص:۴۹۶]

رشوت ایک ایسا معاشرتی ناسور ہے جس میں تقریباً سارا معاشرہ جکڑا ہوا نظر آرہا ہے۔ راشی یعنی رشوت دینے والا وہ شخص ہوتا ہے جو اپنا مال اس لیے خرچ کرتا ہے تاکہ اس کے مفاد کو تقویت پہنچے اور اس کی غرض پوری ہوسکے یعنی اپنا مفاد پیسے (رشوت) دے کر حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح مرتشی وہ شخص ہوتا ہے جو دوسرے آدمی سے مال لیتا ہے تاکہ مال دینے والے کی غرض پوری کرے یا اس کے بدلے میں کوئی غیر شرعی کام انجام دے۔

مذکورہ کتاب ایک عربی مقالہ ہے، جس کا اردو ترجمہ کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ چار ابواب اور ایک مقدمے پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں تین موضوع ہیں۔ جس میں دینی تربیت اور جرائم (رشوت وغیرہ) کو روکنے، جرم اور اس کی اقسام، سزاؤں کی اقسام، قاضی اور اسلامی عدالتوں کی غرض وغایت اور سزا دینے اور سزاؤں کو معاف کرنے کا بیان بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر اس سے پہلے شاید ہی کوئی ایسی مفصل کتاب ہو، کمپیوٹر کمپوزنگ، عمدہ کاغذ اور مضبوط جلد۔ خوانندگان گرامی کے لیے ایک تحفہ سے کم نہیں۔

❀❀............❀............❀❀

احباب جماعت شکریہ کہ

سال ہا سال سے آپ کے انتخاب اور ہماری خدمات سے
آپ کا اعتماد بڑھتا رہا اب
ہر اہلحدیث کی آواز بن چکی ہے کہ

حج اور عمرہ ہو تو تکبیر ٹریولز کے ساتھ

کیونکہ ہم مسنون حج و عمرہ کا اہتمام کرتے ہیں الحمد للہ ۔

مزید اہتمامات اور بہتر انتظامات کے ساتھ نئے عمرہ سیزن
میں پھر حاضر خدمت ہیں۔

تشریف لائیے

خدمت کا موقع دیجیے

اب ہر گروپ کے ساتھ ہم خود ہوں گے ان شاء اللہ

پہلے گروپ کی قیادت محترم سردار محمد نواز ڈوگر صاحب ڈائریکٹر تکبیر ٹریولز کر رہے ہیں ان شاء اللہ

منجانب: محمد زبیر تحقیل چیف ایگزیکٹو **خطیب جامع مسجد محمدی اہلحدیث اردو بازار لاہور۔**

ہیڈ آفس: رشاد و مظفر موڑ محسن آباد، ملتان روڈ ۔ لاہور ۔ پاکستان ۔ فون: ۔ 0092-0-42-37525001-2

فیکس ۔ 0092 42 37637601 موبائل: ۔ 0300 4600430,03008460426,0333 4484837

اپنی زندگی کے نام!

زیست کے انجام سے اور اتنی بے پروائیاں
اللہ اللہ! خواہشوں کی انجمن آرائیاں

اے امیدوں کے پجاری، آرزوؤں کے غلام
مٹھیوں میں بند ہوتی ہیں کہیں پرچھائیاں

میکدوں کی جلوتوں پر کیوں نہ وہ ایمان لائے
خانقاہوں کی جسے معلوم ہوں تنہائیاں

خاک کا ذرّہ بھی رکھتا ہے مزاجِ مہر و ماہ
ہیں حبابوں میں بھی دریا کی طرح گہرائیاں

مسکراہٹ سے فضائے گلستاں معمور ہے
اک ہوا کی موج اور اتنی اثر فرمائیاں

وہ بھی دل کے ذکر پر کچھ سوچ کر ہنسنے لگے
دور جا پہنچیں جنونِ عشق کی رسوائیاں

چشم پرنم، دل پریشاں، آرزوئیں بے قرار
بھول سکتا ہے کوئی ان کی کرم فرمائیاں

[ماہرالقادری]